راشدہ رفعت

یہ ستاہوا موسم

WWW.PAKSOCIETY.COM

راشدہ رفعت

یہ سلگتا ہوا موسم

موبائل فون پر کیا چنگھاڑتا ہوا الارم سیٹ کیا تھا سویرا صاحبہ نے۔ الارم بجنے پر ماما کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے بیڈ پر اپنے ساتھ گھوڑے گدھے بیچ کر سوئی سویرا کا شانہ پکڑ کر جھنجوڑا۔

"سویرا کی بچی۔ تمہارا سیٹ کیا ہوا الارم بج رہا ہے۔ اٹھ جاؤ۔"

اور وہ سویرا ہی کیا جو ارادہ باندھنے اور الارم لگنے کے باوجود اتنی سویرے اٹھ سکتی کروٹ بدل کر پھر سو گئی۔ ماما نے اسے قہربار نگاہوں سے گھورا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے سرہانے پڑا موبائل اٹھا کر آف کر دیا۔ تکیے پر سر رکھ کر اس نے دوبارہ سونے کی کوشش کی لیکن پانچ دس منٹ تک کروٹیں بدل کر آخر اٹھ ہی گئی۔ بیس منٹ بعد وہ دوبارہ سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ دل کو اطمینان تھا کہ آج فجر کی نماز ادا کر لی ہے۔ باقی چار نمازیں تو وہ اور سویرا باقاعدگی سے پڑھتی تھیں بس فجر کے وقت کم بخت شیطان خوب ورغلاتا تھا اور پھر صبح اٹھ کر بی بی جان کی خشمگیں نگاہوں کا سامنا بھی ضرور کرنا پڑتا تھا۔ بی بی جان کا خیال آیا تو سوچا کہ ایک چکر ان کے کمرے کے سامنے لگا کر اپنا "جاگنا" رجسٹر کروا دیا جائے۔ ماما نے دوبارہ دوپٹہ نماز کے اسٹائل میں باندھا پھر بیڈ روم سے باہر نکلی۔

بی بی جان کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور وہ اپنی تسبیح ہاتھ میں لیے بیٹھی تھیں۔ حسب توقع اسے گزرتا دیکھا تو آواز دے کر بلا لیا۔

"صبح بخیر بی بی جان!" اس نے انہیں ادب سے مخاطب کیا۔

مکمل ناول

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"خیریت تو ہے' آج اتنی صبح کیسے اٹھ گئیں؟"

"نماز کے لیے اٹھی تھی۔ نماز پڑھ کر پیاس لگی۔ فریج میں سے ٹھنڈے پانی کی بوتل لینے جارہی تھی۔" اس نے وضاحت دی۔

"اچھا... اٹھ گئی ہو تو چائے بنالو۔" بی بی جان کے کہنے پر ماہا اس گھڑی کو کوسنے لگی' جب اس نے بی بی جان کے سامنے سے گزرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کچھ نیند تو ان کی شکل دیکھ کر اڑ گئی تھی اور باقی چائے بنا کر اڑ جاتی تھی۔

"دو کپ چائے اور زیادہ دیر مت لگانا۔" بی بی جان کی بات سن کر وہ پھر مڑی تھی۔

"میرا اتنی صبح چائے پینے کا موڈ نہیں ہے۔ میں نے نماز پڑھ کر دوبارہ سونا تھا۔ آپ کو بنا کر لا دیتی ہوں۔" اس نے انہیں رسانیت سے آگاہ کیا۔

"تمہارا خیال ہے کہ میں صبح سویرے تمہیں اپنے ساتھ چائے پینے کا شرف بخش رہی ہوں۔" بی بی جان نے جیسے مذاق اڑایا' کم از کم اسے تو ایسا ہی لگا ورنہ تو وہ مسکرا رہی تھیں۔

"پھر اکٹھے دو کپ چائے خود ہی پئیں گی کیا۔" اس نے چڑ کر پوچھا۔

بی بی جان پھر مسکرادیں' لیکن وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھیں۔ ان کی نگاہوں کا محور کوئی اور تھا۔ ماہا ان کی نگاہوں کا تعاقب کرتے ہوئے پلٹی اور دروازے میں ایستادہ مغیث کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

"مغیث بھائی! آپ کب آئے؟" کوفت پر خوشی نے غلبہ پالیا تھا۔ کتنے دنوں بعد مغیث کی آمد ہوئی تھی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے ہی پہنچا ہوں۔ بیگ رکھا' پھر مسجد چلا گیا' ہرگز اندازہ نہ تھا کہ اتنے سویرے تم سے ملاقات ہوجائے گی۔" مغیث نے پیار سے اس کا سر تھپتھپایا تھا۔

"پھوپھو کو کیوں ساتھ نہیں لائے اور ندا' سارہ' طلعت کیسے ہیں سب۔ ندا کے تو پریکٹیکلز بھی ختم ہوگئے۔ کم از کم اسے تو ساتھ لے آتے اور اپنی آمد کی کوئی اطلاع بھی نہیں دی' مجھے پہلے پتا ہوتا تو اس ندا کی بچی سے کہتی۔"

"ماہا! چائے کا کہا تھا تم سے۔ باتیں بعد میں کرلینا۔" بی بی جان نے ٹوکا تو وہ منہ بنا کر چپ ہوگئی۔

"چائے نہیں ناشتا۔ بہت زوروں کی بھوک لگی ہے بی بی جان۔" مغیث نے بے تکلفی سے فرمائش کی تھی۔

"ناشتا؟" فرمائش بی بی جان سے ہوئی تھی' ہوش ماہا کے اڑے۔ اس گھر میں ناشتے کا کوئی خاص رواج نہ تھا۔ سویرا تو وزن بڑھنے کے خوف سے ناشتا کرتی ہی نہ تھی۔ ماہا بریڈ' جیم اور دودھ کے گلاس سے کام چلالیتی تھی۔ ویک اینڈ پر ڈیڈ گھر آتے' تب ناشتے پر خوب اہتمام ہوتا تھا۔ لیکن یہ اہتمام رحمت بوا کرتی تھیں۔ ڈیڈی دیر سے سو کر اٹھتے تھے' رحمت بوا تب تک آچکی ہوتی تھیں' بلکہ جن دنوں ڈیڈی آئے ہوئے ہوتے وہ جلدی آجاتی تھیں۔ روزانہ بی بی جان کا ناشتا بھی رحمت بوا کے آنے کے بعد بنتا تھا۔ حالانکہ بی بی جان ناشتے میں صرف ایک چپاتی ہی لیتی تھیں۔ سویرا کالج جانے سے پہلے بارہا ان کی چپاتی پکانے کی پیش کش کرچکی تھی۔ "اتنے سویرے اٹھتی ہیں آپ اور اتنی دیر میں ناشتا کرتی ہیں۔ ٹیڑھی میڑھی سہی' ایک چپاتی تو میں بھی آپ کو ڈال کر دے سکتی ہوں۔ روٹی کا گول ہونا اتنا بھی ضروری نہیں بی بی جان۔"

"روٹی کا گول ہونا ہرگز بھی بہت ضروری نہیں بیٹی جان! لیکن صاف ستھرے ہاتھوں سے روٹی کا پکنا اتنا ہی ضروری ہے۔ ان جنگلیوں جیسے بڑھے ہوئے ناخنوں سے پیڑا بناؤ گی۔ پھر ان ہی ہاتھوں سے توے پر روٹی ڈالو گی' تمہارے خیال میں ایسی روٹی میرے حلق سے اتر سکتی ہے۔"

"اتنی تیز آنچ پر جب توے پر روٹی ڈالی جاتی ہے نا بی

بی جان تو سارے جراثیم مر جاتے ہیں۔" سویرا کی بے چاری سی شکل دیکھ کر ماہا کو بہن پر ترس آجاتا اور وہ فوراً اس کی مدد کو آتی۔

"مجھے مردہ جراثیم کھانے میں بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ جاؤ میرا سر نہ کھاؤ۔ جا کر اپنے کالج کی تیاری کرو۔" بی بی جان بے زاری سے کہتیں۔

"تم نہار منہ بی بی جان کا سر کیوں کھاتی ہو۔" کمرے میں آکر ماہا بہن پر بگڑتی۔

"وہ ہماری دادی ہیں ماہا۔" سویرا جیسے اسے یاد دلاتی۔

"سوتیلی دادی..." ماہا منہ بناتی۔ سویرا اسے کاٹ کھانے والی نگاہوں سے گھورتی گویا کہہ رہی ہو "شرم سے ڈوب مرو۔"

"ہاں... لیکن مجھے اپنی سگی دادی سے بھی بڑھ کر پیاری ہیں۔" ماہا جھٹ اپنی پوزیشن کلیئر کرلی۔

"بی بی جان کا وجود ہمارے لیے چھتنار درخت کی مانند ہے ماہا! ورنہ سوچو' اگر ہمیں سوتیلی دادی کے بجائے اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ زندگی گزارنی پڑتی تو کیا بنتا ہمارا۔"

"آلو کا بھرتہ۔" ماہا جیسے جھرجھری لے کر کہتی۔

"اب یہ آلو کہاں سے آگیا۔" سویرا بہن کو گھورتی۔

"ڈیڈی کے بچن سے نوشابہ آنٹی کو آلوؤں سے کتنا شغف ہے۔ بھول گئیں تم ناشتے سے لے کر رات کے کھانے تک ہر ڈش میں آلو ضرور ہی شامل ہوتے ہیں۔"

"تم بات کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہو۔" سویرا چڑ جاتی اور وہ واقعی بات کو کہاں سے کہاں لے جاتی تھی۔ مغیث بھائی ناشتے کی فرمائش کیے بیٹھے تھے۔ بی بی جان طنزیہ نگاہوں سے اس کے چہرے کے تاثرات ملاحظہ کررہی تھیں اور وہ جانے کیا کچھ سوچے جارہی تھی۔

"میں آپ کو ناشتا کرواسکتی ہوں' مغیث بھائی! اگر آپ کا ناشتا ابلے ہوئے انڈے' دودھ کے گلاس یا سینکے ہوئے توس اور آملیٹ پر مشتمل ہو' لیکن جیسا ہیوی ناشتا آپ کرنا پسند کرتے ہیں' وہ تو میں قیامت تک نہیں بنا سکتی۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تھا۔

"تمہاری شادی کے لیے میں قیامت تک انتظار نہیں کروں گی۔ اس سے پہلے کچھ گھرداری سیکھ لو تو اچھا ہے۔" بی بی جان اس کا جواب سن کر تلملا گئی تھیں۔

"غضب خدا کا' اگلے گھر جا کر سسرال والوں کے سامنے انڈا ابال کر' دودھ کا گلاس بھر کر رکھ دیں گی۔ لو جی ہوگیا ناشتا۔ ناک تو میری ہی کٹے گی نا کہ دادی نے کچھ نہ سکھایا۔" انہیں سخت تاؤ چڑھ گیا تھا۔

"انڈا اور دودھ مکمل غذا ہیں بی بی جان۔" وہ ماہا ہی

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول
دست کوزہ گر
فوزیہ یاسمین

قیمت -/750 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ' 37' اردو بازار' کراچی۔ فون نمبر: 32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا جس پر بی بی جان کی تلملاہٹ کا اثر ہو جائے۔ اس نے کھلکھلاتے ہوئے ان کی معلومات میں اضافہ کیا۔ مغیث دونوں دادی' پوتی کی نوک جھونک سن کر بہت مشکل سے مسکراہٹ ضبط کیے بیٹھا تھا۔ مگر جب بات زیادہ بڑھتی دیکھی تو میز فائر کروائے بنا نہ رہ پایا۔

"تم ناشتا بنانے کی زحمت نہ کرو ماہا! وہ جو تمہاری سحر خیز آپی ہیں' اب تک تو یقیناً" جاگ چکی ہوں گی' ان کی مدد لے لو۔" مغیث نے تو لہجے کو بہت سرسری سا بنا کر کہا تھا' لیکن ماہا نے شرارتی انداز میں اسے دیکھا۔ وہ مغیث کی ناشتے کی خواہش کا پس منظر جان چکی تھی۔

"وہ جو میری سحر خیز آپی ہیں نا مغیث بھائی! ان کی نائٹ ڈیوٹی تھی' وہ ابھی تک گھر نہیں لوٹی ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور یہ خبر سن کر مغیث کی توجیسے بھوک ہی اڑ گئی۔

"اچھا۔ میں ایک' دو گھنٹے کی نیند لے لوں۔ ویسے بھی بہت تھکاوٹ ہو رہی ہے۔ رحمت بوا کے ہاتھ کے بنے خستہ کرارے پراٹھوں سے ہی ناشتا کریں گے۔" مغیث نے تھکے ہارے انداز میں جمائی لی تھی۔ ماہا مسکرادی اور بی بی جان لاتعلق سے انداز میں تسبیح پڑھنے لگی تھیں۔

☆ ☆ ☆

ماہا اور سویرا کالج سے گھر لوٹیں تو مختلف کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو گھر میں پھیلی ہوئی تھی۔

"بچیو آگئی ہو تو جلدی سے کپڑے بدل کر دسترخوان لگانے میں میری مدد کرو۔" کچن میں سے رحمت بوا نے جھانک کر انہیں پکارا تھا۔

"ابھی آئے رحمت بوا۔" دونوں نے مستعدی سے جواب دیا تھا اور جب دسترخوان سج گیا تو بی بی جان اپنے لاڈلے نواسے کے ساتھ آن موجود ہوئیں۔

"رحمت! پودینے کی چٹنی نہیں بنائی کیا؟" بی بی جان نے دسترخوان پر طائرانہ نگاہ ڈال کر پوچھا تھا۔

"یہ رہی پودینے کی چٹنی۔" اسی لمحے سویرا پودینے کی چٹنی سمیت حاضر ہو گئی تھی۔

"پودینے کی چٹنی کی کمی محسوس کرلی آپ نے بی بی جان اور کسی کی کمی کا احساس نہیں ہوا کیا؟" ماہا جو مغیث کی جانب متوجہ تھی اور پہلے اس کی متلاشی نگاہیں اور پھر ان میں چھلکتی مایوسی کو محسوس کر چکی تھی۔ بی بی جان کو مخاطب کیے بنا نہ رہ پائی۔

مغیث نے سر اٹھا کر ماہا کو دیکھا' اس لڑکی کی حاضر جوابی سے وہ ہمیشہ ہی متاثر ہوتا تھا۔ بی بی جان نے البتہ پوتی کو خشمگیں نگاہوں سے گھورا تھا۔

"اسپتال سے آکر بھوکی پیاسی سو گئی ہوں گی ہنیہ آپی! لنچ کے لیے تو بلالیں انہیں۔" ماہا نے انہیں مخاطب کیا۔ بی بی جان کی تیوریوں پر بل پڑ گئے تھے۔

"وہ مہمان نہیں ہے کہ ظہرانے پر باقاعدہ دعوت نامہ دے کر مدعو کیا جائے۔ کھانے کا وقت ہے' اسے خود اس وقت دسترخوان پر موجود ہونا چاہیے اور جہاں تک تعلق ہے اسپتال سے واپس آکر سونے..." بی بی جان کی بات ادھوری ہی رہ گئی تھی۔

"السلام علیکم!" دھیمے سے لہجے میں سب کو سلام کرکے دسترخوان پر بیٹھنے والی شخصیت ہنیہ کی ہی تھی۔

"وعلیکم السلام۔" جواب مغیث کی جانب سے ہی آیا تھا۔ جس کی آنکھیں ہنیہ کو دیکھ کر جگمگانے لگی تھیں۔

"کیسی ہیں ڈاکٹر صاحبہ! ہاؤس جاب کیسی چل رہی ہے۔" مغیث نے شگفتگی سے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"فائن... آپ سنائیں۔ گھر میں سب کیسے ہیں۔ خالہ جان' ندا' طلحہ وغیرہ۔" ہنیہ نے بھی رسم نبھائی تھی' یہ اور بات کہ اس نے مغیث کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔ اس کی جذبے لٹاتی نگاہوں کا سامنا کرنا ہنیہ کے بس کی بات نہ تھی۔

"تم نے نوٹ کیا سویرا! جب دوپہر کو مغیث بھائی ہنیہ آپی کو دیکھ رہے تھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے ان کی آنکھوں میں سو سو واٹ کے بلب جل رہے ہوں۔" رات سوتے وقت ماہا نے بہن کو مخاطب کیا تھا۔

"مغیث بھائی کو جذبے لٹانے میں اتنی فضول خرچی نہیں کرنی چاہیے۔ سو واٹ کے بلب کے بجائے انرجی سیور سے بھی تو کام چلایا جاسکتا تھا نا۔" سویرا نے کہہ کر خود ہی اپنی بات کا لطف لیا۔ وہ بھی کبھی کبھار ماہا کی طرح بے تکی بات کر ہی دیتی تھی۔

"تمہارے خیال میں مغیث بھائی اور ہنیہ آپی کی لو اسٹوری کا کیا انجام ہوگا۔ بی بی جان اپنے لاڈلے نواسے کے ساتھ ہنیہ آپی کی شادی کردیں گی۔" ماہا کو جانے کیا خدشہ ستایا کہ پوچھ بیٹھی۔

"لو اسٹوری تو نہ کہو اسٹوپڈ۔ بے چاری ہنیہ آپی تو مغیث بھائی کو نظر اٹھا کر دیکھتی تک نہیں۔" سویرا نے ہنیہ کی پوزیشن واضح کی۔

"دیکھنے کے لیے مغیث بھائی کم ہیں کیا۔ محبت بھری نرم نرم نگاہوں سے ہنیہ آپی کو دیکھے چلے جاتے ہیں۔ بے چاری ہنیہ آپی تو پلکوں کی لرزش اور دل کی دھڑکن کو سنبھالنے میں ہی ہلکان ہوئے رہتی ہیں۔" ماہا نے کیا درست نقشہ کھینچا تھا۔

"میرے خیال میں تو مغیث بھائی اور ہنیہ آپی کی شادی میں کوئی رکاوٹ آڑے نہیں آئے گی۔ مغیث بھائی بی بی جان کے لاڈلے نواسے ہیں تو ہنیہ آپی نواسی... پھوپھو بھی اپنی بھانجی کو خوب چاہتی ہیں۔ مناسب وقت آنے پر دونوں شادی کے بندھن میں بندھ جائیں گے۔" سویرا سدا کی خوش فہم تھی' لیکن ماہا کا اس سے متفق ہونا ضروری نہ تھا۔

"مغیث بھائی بی بی جان کے سوتیلے نواسے ہیں اور ہنیہ آپی ان کی سگی نواسی' لیکن بی بی جان کو مغیث بھائی سے بڑھ کر کوئی پیارا نہیں اور بے چاری ہنیہ آپی سے تو وہ سوتیلوں سے بڑھ کر سلوک کرتی ہیں۔ وہ ہرگز مغیث بھائی کی شادی ہنیہ آپی سے نہیں ہونے دیں گی۔"

"یہ تم ہر بات میں سگے' سوتیلے کی بحث مت چھیڑا کرو۔ مہربانی ہوگی تمہاری۔" سویرا حسب توقع چڑ گئی تھی۔ ماہا نے نہ اقرار کیا' نہ انکار' محض ہنس پڑی تھی۔

☆ ☆ ☆

موسم کے تیور اچانک بدلے تھے۔ دوپہر تک سورج اپنی تابناک شعاعیں بکھیر رہا تھا اور دوپہر ڈھلتے ہی آسمان پر چہار سمت سے گھٹائیں امڈ آئیں۔

"اتنا زبردست موسم ہو رہا ہے مغیث بھائی! آج تو آپ کو ہمیں آؤٹنگ پر لے کر جانا پڑے گا۔" ماہا اسے ڈھونڈتی ہوئی اسٹڈی روم تک آئی تھی۔

"ایسے خطرناک موسم میں بی بی جان باہر نکلنے کی اجازت دیں گی؟" مغیث نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

ماہا سوچ میں پڑ گئی۔

"صحیح کہہ رہے ہیں مغیث بھائی! بی بی جان بھی باہر جانے کی اجازت نہیں دیں گی اور ہنیہ آپی بھی ہمارے ساتھ چلنے پر مشکل سے راضی ہوں گی۔ صرف میں اور سویرا تو کیا خاک انجوائے کریں گے۔" اس نے مایوسی سے گردن ہلائی۔

"اگر تم ڈاکٹر صاحبہ کو راضی کرو تو میں بی بی جان سے اجازت لے سکتا ہوں۔" مغیث بخوشی اس کے بچھائے جال میں پھنسا تھا۔

"تو چلیں! آپ بی بی جان سے بات کریں اور میں ہنیہ آپی سے۔" وہ خوشی خوشی اسٹڈی روم سے باہر جانے لگی' مگر پھر ایک دم مڑی تھی۔

"لیکن مغیث بھائی! ہم باہر پُرتکلف ڈنر بھی کریں گے۔" اس نے یاد دلایا تھا۔

"وائے ناٹ شیور۔" مغیث شگفتگی سے مسکرایا تھا۔ ماہا مسکراتے ہوئے پلٹ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

ایک بھرپور شام گزار کر اور مزے کا ڈنر کرنے کے بعد رات گئے وہ گھر لوٹے تھے۔ ماہا نے موسم انجوائے کیا تھا۔ سویرا نے ڈنر اور مغیث نے ڈاکٹر صاحبہ کی اٹھتی گرتی پلکوں سے لطف اٹھایا تھا۔

وہ کامنی سی لڑکی محض اس کی نظروں کی تپش سے ہی گھبرا جاتی تھی۔ مغیث جب بھی یہاں آتا دل میں ٹھان کر آتا کہ اس بار نہ صرف وہ ہنیہ کو حال دل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سنائے گا' بلکہ اس کی رائے اور رضامندی بھی معلوم کر کے رہے گا۔ دل کو یہ یقین تو تھا کہ محبت کے اس سفر میں وہ اکیلا نہیں ہے' لیکن دماغ اپنی پوری تسلی کے لیے ہنیہ کا زبانی اقرار بھی سننا چاہتا تھا۔

وہ بزنس کے جھمیلوں سے تھوڑی سی فرصت پاتے ہی ڈیڑھ' دو مہینے بعد یہاں بھاگا چلا آتا تھا۔ بی بی جان کی بے پایاں محبتیں' سویرا' ماہا کی محبت بھری شوخیاں' شرارتیں اسے سرشار کر دیتیں' لیکن ڈاکٹر صاحبہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بھی گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا۔ جب تنہائی میسر ہوتی تو ڈاکٹر صاحبہ دستیاب نہ ہوتیں' اور جب ان کی جھلک دیکھنے کو ملتی تو بات کرنے کا موقع میسر نہ آتا۔ دو' تین دن بعد وہ حال دل سننے اور سنانے کی تشنہ آرزوؤں سمیت گھر لوٹ جاتا۔

اس بار بھی یہی ہوا تھا' ہاں البتہ ماہا کی مہربانی سے اسے ہنیہ کو بڑی فرصت سے دیکھنے کا موقع ملا تھا' اسے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ ماہا بھی اتنی ہی فرصت سے اس کی سرگرمی ملاحظہ کر رہی ہے۔ آخر ماہا نے اسے میسج کیا تھا۔

"فی الحال کھانے پر توجہ دیں۔ مغیث بھائی! آپ نہ خود کھا رہے ہیں' نہ ہنیہ آپی کو کھانے دے رہے ہیں۔ سویرا ساری ٹیبل کا صفایا کر دے گی۔"

مغیث میسج پڑھ کر مسکرایا اور ڈاکٹر صاحبہ کو چھوڑ کر کھانے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

مغیث کے جانے کے دو دن بعد ہی ڈیڈی آ گئے تھے۔ ماہا دوپہر کو کالج سے آنے کے بعد جو سوئی تو سہ پہر ڈھلنے پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔ بی بی جان کے نزدیک اتنی دیر تک سونا نحوست شمار ہوتا تھا۔ وہ ان کی ناراض نظروں کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار کرتی لاؤنج میں آئی تھی۔ مگر سامنے ہی صوفے پر ڈیڈی کو بیٹھے دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑی تھی۔

"آپ نے تو اگلے ہفتے آنا تھا۔" وہ ان کے کھلے بازوؤں میں سما گئی تھی۔ سویرا پہلے ہی ان سے جڑی بیٹھی تھی۔

"کیسا ہے میرا بچہ۔" ڈیڈی نے اس کی پیشانی پر محبت بھرا بوسا دیا تھا۔ اس سے پیشتر وہ کوئی جواب دیتی۔ سامنے سے نوشابہ آنٹی آتی دکھائی دیں۔ ماہا کے چہرے کی مسکراہٹ یک لخت سمٹی تھی۔ اسے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ ڈیڈی کے اس ٹرپ پر ان کی مسز بھی ان کے ہمراہ ہوں گی۔

"السلام علیکم آنٹی۔" ڈیڈی سے الگ ہوتے ہوئے اس نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں نوشابہ آنٹی کو سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام!" جواب میں انہوں نے بھی کسی گرم جوشی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے محض سلام کا جواب دینے پر اکتفا کیا تھا۔ حالانکہ کتنے مہینوں بعد ان کی ملاقات ہو رہی تھی۔

"میں نے آپ کے کپڑے سوٹ کیس سے نکال دیے ہیں عثمان' آپ فریش ہو لیں۔" نوشابہ آنٹی نے ڈیڈی کو مخاطب کیا۔ سو ان کے پاس ان کی بیٹیوں کا وجود بمشکل برداشت کرتی تھیں۔ سویرا اور ماہا کے چہرے پھیکے پڑے تھے۔

"میں نے اپنی بیٹیوں کی شکل دیکھ لی ہے نوشابہ! میں آل ریڈی فریش ہو چکا ہوں۔" ڈیڈی نے اپنے اردگرد بیٹھی بیٹیوں کو دوبارہ اپنے بازوؤں میں بھرا تھا۔ نوشابہ آنٹی بنا کچھ کہے واپس پلٹ گئی تھیں۔ لیکن اگلے ہی پل بی بی جان لاؤنج میں داخل ہوئی تھیں۔

"باپ کی جان چھوڑو اور جا کر کچن دیکھو۔ رحمت جا چکی ہے۔ رات کا کھانا تم دونوں نے بنانا ہے۔" انہوں نے دونوں کی سماعتوں پر بم گرایا تھا۔

"دوپہر کو رحمت بوا نے اتنے مزے کے آلو انڈے بنائے تھے' میں سالن میں مزید دو انڈے ابال کر ڈال دیتی ہوں' کیوں ڈیڈی۔" ماہا نے بی بی جان کے بجائے ڈیڈی کی رائے لینے کو ترجیح دی تھی۔

"نوشابہ آنٹی کو آلوؤں سے بنی ہر ڈش بے حد مرغوب ہے۔" ماہا بولی' اس کا ڈیڈی کے پاس سے اٹھنے کو دل ہی نہ کر رہا تھا۔ بی بی جان نے خشمگیں نگاہوں سے گھورا تو سویرا جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چکن ہانڈی بنا لیتی ہوں ٹھیک ہے نا بی بی جان' اور ماہا! تم بھی میری ہیلپ کروا دو۔" اس نے ماہا سے کہا۔ وہ برا سا منہ بناتے ہوئے اٹھ گئی تھی۔ دونوں کے لاؤنج سے چلے جانے کے بعد ڈیڈی اور بی بی جان نے ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر مسکرا دیے۔

"سویرا کی مجھے ہرگز فکر نہیں۔ لیکن ماہا بہت موڈی ہے۔ اس کے مزاج کا بچپنا مجھے ڈراتا ہے۔ بس میری تو یہی دعا ہے کہ اللہ ان دونوں کو میری زندگی میں اپنے گھر بار کا کر دے۔" وہ اپنی دونوں پوتیوں سے جس قدر مرضی سختی سے پیش آتیں' لیکن دونوں میں ان کی جان تھی۔ تب ہی نوشابہ آ گئیں۔

"ہنیہ' ماہا اور سویرا سے بڑی ہے۔ آپ نے اس کے متعلق کچھ نہیں سوچا۔" بات معمولی' لیکن انداز قدرے چبھتا ہوا اور جتاتا ہوا تھا۔ بی بی جان کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا۔ ایک پل کے لیے وہ خاموش ہوئی تھیں۔ پھر چند ثانیوں کے توقف کے بعد انہوں نے بہت پرسکون اور ہموار لہجے میں جواب دیا تھا۔

"ہنیہ ایک سمجھ دار ماں کی سمجھ دار بیٹی ہے۔ ماں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ اپنی مرضی سے کیا تھا تو بیٹی بھی یقیناً اسی کی راہ پر چلے گی۔ حق انسان اپنوں پر جتا سکتا ہے اور میرے اپنوں کی فہرست میں ہنیہ شامل نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہوئے بی بی جان کا دل ڈوب ڈوب کر ابھرا تھا' لیکن ان کے چہرے پر دلی تاثرات کا عکس تک نہ تھا۔

"بی بی جان!" عثمان فقط یہی کہہ پائے۔ بی بی جان کو تو وہ کچھ نہ کہہ سکے' البتہ نوشابہ کو ضرور جتا دیا تھا۔

"ہنیہ بھی میرے لیے میری بیٹیوں جیسی ہی ہے نوشابہ! اس کے لیے بھی جو سوچنا ہے' ہم نے ہی سوچنا ہے۔"

نوشابہ چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ سجا کر رہ گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

رات بہت اذیت ناک اور تکلیف دہ تھی۔ نوشابہ نے تو محض ایک بات کہہ دی تھی' مگر زینب خاتون کے دل پر لگے گھاؤ پھر سے ہرے ہو گئے تھے' بلکہ شاید ان زخموں پر تو کبھی کھرنڈ جما ہی نہ تھا۔ لیکن جب بھی وہ اپنے جگر کے ٹکڑے کی نشانی سے بے اعتنائی برتتیں دل کا درد سوا ہو جاتا۔ وہ ساری رات بستر پر کروٹیں بدلتی رہیں اور اوراق زندگی نظروں کے سامنے پھڑپھڑاتے رہے۔

ان کی شادی شدہ زندگی کا پہلا باب شادی کے محض چار سال بعد ہی بند ہو گیا تھا اور یہ چار سال ان کی زندگی کے اذیت ناک سال تھے۔ وہ پانچ بھائیوں کی اکلوتی بہن تھیں۔ میکے میں شہزادیوں کی سی زندگی گزاری۔ ماں' باپ نے تو اپنے تئیں ان کے لیے شہزادہ ہی ڈھونڈا تھا۔ لیکن اس شہزادے کا ساتھ ان کی زندگی کو کٹھنائیوں سے عبارت کر گیا۔ بے تحاشا دولت مند گھرانے سے تعلق رکھنے والے زبیر شاہ انتہائی اخلاقی گراوٹ کا شکار تھے۔ ایک نیک اور پارسا عورت بیوی بن کر ان کی زندگی میں شامل ہوئی' تب بھی ان کی عادتوں میں کوئی سدھار نہ آیا' بلکہ وہ اپنی برائیوں کا عکس اپنی بیوی کی ذات میں بھی تلاش کرتے رہتے۔ زینب خاتون ہر وقت ان کے شک و شبے کی زد میں رہتیں' وہ انہیں اذیت دینے کے لیے نت نئے حربے آزماتے۔

مشرقی عورت ہونے کے ناتے شوہر کو چھوڑنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا' وہ صرف شوہر کے راہ راست پر آنے کی دعا کرتی رہتیں۔ شادی کے سوا سال بعد ملیحہ نے ان کی گود میں آنکھ کھولی تو نا قابل برداشت ہوتی زندگی پھر سے جینے کے قابل لگنے لگی' لیکن من موہنی صورت والی بیٹی پا کر بھی زبیر شاہ کی روش نہ بدلی' انہیں بیٹی کی ذات سے بھی قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ سسرال والے بھی بیٹی کی پیدائش کے بعد ان کی ذات سے بالکل لاتعلق ہو گئے۔ بیٹی کو جنم دے کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

زینب نے ان سب کو مایوس کیا تھا۔ اب زبیر شاہ کو زینب پر ہر طرح کا ظلم و ستم روا رکھنے کی کھلی چھوٹ تھی۔

زینب تو صبر و شکر کے ساتھ زندگی کے دن گزار رہی تھیں' لیکن زبیر شاہ کی زندگی کے دن پورے ہوگئے تھے۔ پتا نہیں کثرت مے نوشی کا نتیجہ تھا یا کوئی اور وجہ' بہرحال ڈاکٹروں نے انتقال کا سبب حرکت قلب بند ہونا ہی بتایا تھا۔ زینب کو پتا ہی نہ چلتا تھا کہ آزمائش شروع ہوئی ہے یا ختم ہوئی ہے' وہ بیٹی کو سینے سے چمٹائے واپس ماں' باپ کی دہلیز پر آگئیں۔ ماں تو ان کی شادی کے بعد اس کی شادی شدہ زندگی کا حال دیکھ کر اپنے غم سمیت منوں مٹی تلے جا سوئی تھی۔ بوڑھے باپ نے اپنی بانہیں وا کر کے بیٹی کے ساتھ نواسی کو بھی سمیٹا تھا۔ بھائی اپنی اپنی زندگی میں مگن تھے۔ بھابیوں کا رویہ بہت برا نہ سہی' مگر بہت اچھا بھی نہ تھا۔ زینب متوحش ہو کر آئندہ زندگی کے متعلق سوچے چلی جاتیں۔ گھٹاٹوپ اندھیرے کے سوا انہیں کچھ دکھائی نہ دیتا۔ لیکن ابھی ان کے دامن میں قدرت نے اتنی خوشیاں ڈالنی تھیں کہ دامن چھوٹا پڑ جانا تھا۔ ان کے لیے نجیب رضا کا رشتہ آیا تھا۔ ابا جان کے دوست کے بھانجے تھے۔ بیوی تیسرے بچے کو جنم دیتے ہوئے دوران زچگی انتقال کر گئی تھی۔ بچہ بھی جانبر نہ ہو سکا تھا۔ نجیب کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے' ان کا رشتہ زینب کے گھر والوں کو نعمت غیر مترقبہ لگا تھا' لیکن زینب دوبارہ شادی کا جوا کھیلنے کی ہمت خود میں نہ پائی تھیں۔ پھر بوڑھے باپ نے بہت پیار اور لجاجت سے انہیں زمانے کی اونچ نیچ سمجھاتے ہوئے فیصلہ قبول کرنے کی استدعا کی تھی۔ بھائی تو فیصلہ کر ہی چکے تھے۔ وہ نجیب رضا کے سنگ رخصت ہو کر نجیب ہاؤس آگئیں۔

ملیحہ کو ان کی بھابیوں نے یہ کہہ کر اپنے پاس رکھ لیا تھا کہ شادی کے شروع کے دنوں میں ملیحہ کا ان کے ساتھ رہنا مناسب نہیں۔ چند دن بعد وہ نجیب رضا کی اجازت سے ملیحہ کو اپنے ساتھ لے جائیں۔

منجھلی بھابھی کی یہ بات سن کر وہ ہکا بکا رہ گئی تھیں۔ انہیں تو بتایا گیا تھا کہ نجیب رضا کو ان کی بچی اپنانے پر کوئی اعتراض نہیں۔

"صورت حال کی نزاکت کو سمجھتی ہی نہیں ہو۔" ان کے احتجاج پر منجھلی بھابھی تڑخ کر بولی تھیں اور وہ واقعی خاموش ہو گئیں۔ دل میں بہت سی بدگمانیاں اور خدشات چھپائے وہ دلہن بن کر نجیب ہاؤس پہنچی تھیں۔ یہ نجیب کی اور ران کی پہلی نہیں' بلکہ دوسری شادی تھی۔ گھر میں رشتہ دار اور مہمان موجود تھے۔ لیکن شادی والے گھر جیسی کوئی گہما گہمی اور رونق نہیں تھی۔ بنا کوئی رسم کیے انہیں نجیب رضا کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ نجیب اپنے دونوں بچوں کو ان کے پاس لے کر آئے تھے۔ تین سالہ مدحت اور اس سے بڑا عثمان وہ تو تقریباً ان کی ملیحہ کا ہی ہم عمر تھا۔ بچے بہت پیارے اور مہذب تھے۔ شرماتے ہوئے وہ اپنی نئی امی سے اپنا تعارف کروا رہے تھے اور تب ہی نجیب نے انہیں مخاطب کیا۔

"میں نے تو آپ کے بچوں سے آپ کو ملوا دیا۔ آپ میری بیٹی سے مجھے کب ملوائیں گی۔ کہاں ہے ملیحہ' بلائیے اسے۔" انہوں نے ملائم لہجے میں زینب کو مخاطب کیا۔ زینب نے بے یقینی سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ انہیں لگا انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

دور پرے کی ان کی ایک پھوپھی جو رواج کے مطابق ان کے ہمراہ آئی تھی اور اس وقت بھی ان کے پاس بیٹھی تھیں۔ انہوں نے دولہا میاں کا سوال سن کر کچھ گڑبڑاتے' بوکھلاتے ہوئے وضاحت دینا چاہی۔

"نجیب میاں! کچھ دنوں بعد ملیحہ بھی آجائے گی' دراصل نئی نئی شادی اور پھر۔۔۔"

نجیب رضا نے پھوپھی کی پوری بات سنی بھی نہ تھی۔ انہوں نے مدحت اور عثمان کو اپنی نئی امی سے باتیں کرنے کی ہدایت کی اور خود ذرا دیر کی غیر حاضری کی معذرت کرتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے۔

زینب سوچ بھی نہ سکتی تھیں کہ وہ کہاں گئے ہوں گے۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد ان کی واپسی ہوئی تھی۔ وہ اکیلے

نہیں تھے۔ ملیحہ ان کے ہمراہ تھی۔ کچھ حیران پریشان' گھبرائی گھبرائی سی ملیحہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ اس کی ماں کے پاس لے کر آئے تھے۔

زینب کے پاس بولنے کے لیے الفاظ نہ تھے۔ وہ حیران ہو کر اس فرشتہ صفت انسان کو دیکھے جا رہی تھیں۔ نجیب' ملیحہ کا اس کے بہن' بھائی سے تعارف کروانے لگے اور جب تینوں بچے ان کے بیڈ روم سے ملحق بہت پیارے انداز میں ڈیکوریٹ کیے ہوئے بیڈ روم میں سو گئے تب نجیب اپنی نئی نویلی دلہن کے پاس آئے تھے۔

"ہم اب میچور ہو گئے ہیں۔ اس لیے میں نے اپنے بیڈ روم کو سجانے کے بجائے بچوں کا کمرہ نئے سرے سے ڈیکوریٹ کروانے کو ترجیح دی۔ میں چاہتا تھا کہ آج کے حوالے سے ہمارے بچوں کے دلوں میں خوش گوار یادیں باقی رہیں۔ بچے اپنے نئے کھلونے اور کمرے کی ڈیکوریشن دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہیں۔"

نجیب انہیں مسکراتے ہوئے آگاہ کر رہے تھے۔ انہوں نے روایتی شوہروں کی طرح سہاگ رات بیوی کو حقوق و فرائض پر کوئی لیکچر نہ دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ نصیحت تک کرنا ضروری نہ سمجھا کہ وہ ان کے بچوں کو اپنا بچہ سمجھیں اور شاید یہ نصیحت بالکل غیر ضروری تھی۔ نجیب نے ان سے کوئی ڈیمانڈ کرنے سے پہلے خود ایک عمل کر دکھایا تھا' جب وہ ملیحہ کے باپ بن گئے تھے تو زینب مدحت اور عثمان کی ماں کیوں نہ بنتیں۔

وہ شخص جس کو شادی کی پہلی رات انہوں نے محبوب کا درجہ دے دیا تھا۔ اس کے بچوں سے انہیں کیونکر پیار نہ ہوتا۔ وہ انہیں اپنی کوکھ سے جنے بچے لگتے تھے' وہ اپنی ممتا اپنے تینوں بچوں پر بے دریغ لٹاتی تھیں اور نجیب رضا ایک بہت اچھے باپ ہی نہ تھے' بلکہ وہ ایک بہت اچھے انسان تھے۔ زینب کو لگتا وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ ان کے عشق میں مبتلا ہوتی جا رہی ہیں۔

وہ شخص انہیں اتنی محبت' اتنی عزت' اتنا مان' اتنی اپنائیت دیتا تھا کہ زینب کو اپنی خوش نصیبی پر رشک آتا تھا' پر یقین نہ آتا۔ سسرالی رشتہ داروں میں محض ان کی ایک بڑی نند تھیں جو شادی شدہ تھیں اور قریبی شہر میں بیاہی ہوئی تھیں۔

آپا بی زینب کے لیے روایتی نند ہی ثابت ہوئی تھیں۔ انہیں زینب کے کیے گئے ہر کام پر اعتراض ہوتا۔ ملیحہ کے لیے نجیب کی محبت اور التفات بھی انہیں بہت کھٹکتا اور تو اور وہ مدحت اور عثمان کو بھی زینب سے برگشتہ کرنے کی اپنی سی کوشش کرتی رہتیں' البتہ مدحت اور عثمان اپنی بی بی جان کے خلاف ایک لفظ سننے پر تیار نہ ہوئے۔

پہلے شوہر کی وفات کے بعد جب زینب نے ملیحہ کے ساتھ چند برس اپنے میکے میں گزارے تو ان کے بھائیوں کے بچوں کی دیکھا دیکھی ننھی ملیحہ بھی انہیں بی بی کہنے لگی تھی اور پھر ماں کے لیے یہی نام اس کی زبان پر چڑھ گیا۔ مدحت اور عثمان نے بھی ان کے لیے ملیحہ والا طرز تخاطب اپنایا تھا۔ اب وہ ملیحہ' مدحت اور عثمان کی بی بی جان تھیں اس شخص کی سنگت میں زندگی ہر قدم پر اپنی رعنائیاں منکشف کرتی جا رہی تھی۔ وہ ہر گھڑی خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکتیں اور جب کبھی آپا بی کی آمد ہوتی تو زینب کچھ سہم جاتیں۔ وہ حیران ہوتی تھیں کہ ایک ماں کے جنے دو بہن بھائی ایک دوسرے سے اتنے مختلف کیسے ہو سکتے ہیں۔ آپا بی اپنے قیام کے دوران' بارہ دنوں میں زینب کو زچ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھیں۔ ان کے کاموں میں جی بھر کر میخ نکالتیں' سارا دن انہیں اپنے اور اپنے بچوں کے کاموں میں الجھائے رکھتیں اور ان باتوں کے باوجود جب زینب کی پیشانی پر بل پڑتے نہ دیکھتیں تو ان کی اپنی پیشانی پر بل پڑ جاتے۔ وہ نجیب اور ان کی پہلی بیوی کی محبت کے قصے بہت ذوق و شوق سے زینب کی سماعتوں میں انڈیلتیں۔ ایک دن زینب نے انہیں مسکراتے ہوئے کہہ ہی دیا تھا۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں آپا بی! کہ نجیب' روحی سے کس قدر محبت کرتے تھے۔ نجیب تو سراپا محبت ہیں آپا بی! میں خوش نصیب ہوں کہ نجیب کی محبت کا ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

حصہ مجھے بھی ملا اور نجیب بے وفا بھی نہیں۔ وہ آج بھی روحی کی قبر پر باقاعدگی سے حاضری دیتے ہیں اور اسے یاد بھی کرتے ہیں' بس مجھ سے شادی کے بعد اتنا فرق آیا ہے کہ وہ روحی کو تنہائی میں یاد نہیں کرتے اپنی فیلنگز مجھ سے شیئر کرتے ہیں اور اللہ کا مجھ پر خاص کرم ہے کہ مجھے روحی سے بالکل جلاپا نہیں' جب اس کی نشانیاں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں' وہ خود مجھے کیوں بری لگے گی۔" مفصل جواب سن کر آپا بی کی طبیعت صاف ہوگئی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ گھر کی پُرسکون فضا میں ہلچل مچانے کی فطرت سے باز نہ رہ سکتی تھیں۔

وقت اپنی رفتار سے آگے سرکتا رہا۔ نجیب ہاؤس کی رونقیں اسی طرح قائم تھیں۔ بچے اب بڑے ہوگئے تھے۔ زینب اور نجیب کی اپنی جوانی رخصت ہوگئی تھی۔ اب وہ اپنے جوان ہوتے بچوں کو دیکھ کر سرشار ہوتے تھے۔ ملیحہ' مدحت اور عثمان تینوں بہن' بھائی ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔

زینب اپنے آشیانے کی رونقیں دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکتیں۔ بچے بڑے ہونے کے بعد آپا بی اب یہاں اتنے تواتر سے نہ آپاتی تھیں کہ ان کے اپنے بچوں کی پڑھائیوں کے شیڈول آڑے آتے تھے' لیکن گزرے وقت نے ان کی عادتوں اور مزاج پر کوئی اثر نہ ڈالا تھا۔ ان کے بچوں کا ماموں کے ہاں آکر خوب دل لگتا تھا۔ لیکن زینب نے نوٹ کیا تھا کہ ان کی تینوں بیٹیاں مزاج کے اعتبار سے آپا بی پر ہی گئی تھیں۔ ہاں سب سے بڑا اور اکلوتا بیٹا اویس سب میں مختلف تھا۔ وہ بہت کم گو' دھیمے مزاج اور سلجھی ہوئی عادتوں کا مالک تھا۔ مکینکل انجینئرنگ کررہا تھا۔

نجیب اپنے بھانجے کو بے حد چاہتے تھے اور نجیب کی شباہت رکھنے والا ان کا بھانجا زینب کو بھی اچھا لگتا تھا۔ لیکن زینب کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آپا بی اپنے لائق فائق اور خوبرو بیٹے کے لیے ان کی ملیحہ کا ہاتھ مانگیں گی۔

ملیحہ کا ماسٹرز کا فائنل ایئر چل رہا تھا۔ اس کی بے تحاشا خوب صورتی کے سبب اس کے لیے بہت سے رشتے آئے ہوئے تھے۔ لیکن نجیب کا کہنا تھا کہ وہ پڑھائی کا سلسلہ مکمل ہونے تک اس بارے میں نہیں سوچیں گے۔

ان ہی دنوں آپا بی نے نجیب کو اپنے پاس بلوایا۔ اویس سے چھوٹی فرحانہ کے رشتے کی بات چل رہی تھی اور آپا بی چاہتی تھیں کہ نجیب بھی لڑکے اور اس کے گھر والوں سے مل کر اپنی رائے دیں۔ نجیب اپنے ہمراہ زینب کو بھی لے گئے تھے' انہیں بھی لڑکا پسند آیا تھا۔ گھر والے بھی معقول لگے۔ نجیب کی رائے میں ان کی بھانجی کے لیے یہ رشتہ مناسب ترین تھا۔

"بس آپ اللہ کا نام لے کر ہاں کہہ دیجیے اور بات پکی ہونے کی مٹھائی لے کر آپ خود ہمارے ہاں آئیں گی۔ کتنے دنوں سے آپ کا یہاں کا چکر نہیں لگا۔" نجیب نے بہن سے محبت بھرا شکوہ کیا۔

"ایک ہاں میں نے تم دونوں کے منہ سے بھی سننی ہے' پھر جتنی کہو گے مٹھائی کھلا دوں گی۔" آپا بی نے مسکراتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔ دونوں نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

"فرحانہ پانچ برس چھوٹی ہے اویس سے۔ پہلے تو اسی کے سر پر سہرا سجاؤں گی نا۔" انہوں نے پاس بیٹھے بیٹے کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ بلاشبہ اکلوتے بیٹے میں ان کی جان تھی۔ اویس ان کی بات سن کر قدرے جھینپ گیا تھا۔ اس نے فوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی' لیکن آپا بی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا۔

"یہ میرا پگلا سا بیٹا تمہاری ملیحہ کا طلب گار بنا بیٹھا ہے۔ حالانکہ اس کے لیے ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ موجود ہے۔ ساسی کی خواہش پر تمہارے آگے جھولی پھیلا رہی ہوں' دیکھتے ہیں مایوس لوٹاؤ گے یا ہماری بات کا مان رکھتے ہوئے ہاں کردو گے۔"

آپا بی کا رشتہ مانگنے کا انداز قدرے عجیب تھا' لیکن زینب اور نجیب کے لیے تو ان کی بات ہی اتنی غیر متوقع تھی کہ وہ انداز پر غور ہی نہ کرپائے۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ حیران بیٹھے تھے۔

"کس سوچ میں پڑ گئے ہو تم دونوں' کہیں نہ کہیں تو ملیحہ کی شادی کرنی ہے نا پھر میرے اویس میں کیا کمی ہے' دیکھا بھالا بچہ ہے تمہارا' پھر ملیحہ کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبا ہے۔ رانی بنا کر رکھے گا اسے۔"

"آپ کی بات ہمارے لیے اتنی اچانک اور غیر متوقع ہے آپا بی کہ سچ مانیں تو ہم حیران ہی رہ گئے ہیں۔" نجیب نے اپنی خاموشی کی توجیہہ پیش کی تھی۔

"میں جانتی ہوں بھیا! اپنی بیوی کے ابرو کے اشارے کے بغیر ایک لفظ نہیں کہو گے تم۔ زینب! میں تم ہی سے بات کرلیتی ہوں۔ آخر کو تمہاری بیٹی ہے۔ نجیب خود کو لاکھ اس کا باپ کہے' کوئی خونی رشتہ تو نہیں ہے نا ملیحہ کا نجیب کے ساتھ۔ اگر نجیب کی بیٹی ہوتی تو پھر میں رشتہ نہ مانگتی' بلکہ اپنا فیصلہ سناتی۔ اپنے بھائی پر کم از کم اتنا تو بھروسا ہے مجھے۔ میرے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کردیتا' ایک لفظ نہ بولتا آگے سے۔"

آپا نے زینب کو گھیرنے کی کوشش کی اور وہ اس کی کوشش میں کامیاب بھی ہوئی تھیں۔

"آپ کیسی باتیں کررہی ہیں آپا بی! مدحت کی طرح ملیحہ بھی نجیب کی بیٹی ہے اور نجیب' ملیحہ کی زندگی کا ہر فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔" زینب آپا بی کی بات سن کر تڑپ ہی تو گئی تھیں۔

"چلو بھئی! تمہاری بیوی نے تو سارا اختیار تمہیں ہی دے دیا' پھر بتاؤ کیا جواب ہے تمہارا۔" آپا بی نجیب کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"اویس میرا بھانجا ہے آپا بی! مجھے اولاد کی طرح عزیز ہے۔ پڑھا لکھا ہے' قابل ہے' خوب صورت ہے' میری خوش قسمتی کہ آپ نے اپنے لائق فائق بیٹے کے لیے میری بیٹی کا ہاتھ مانگا' لیکن پھر بھی سوچنے اور فیصلہ کرنے کے لیے تھوڑا سا ٹائم۔"

"ساری باتیں تو تم نے خود ہی کہہ دیں' میرا بیٹا خوبرو ہے' تعلیم یافتہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری بیٹی کو دیوانگی کی حد تک چاہتا ہے' بالکل ویسے جیسے تم اپنی بیوی کو چاہتے ہو۔ تمہارا بھانجا بھی تم پر ہی پڑا ہے۔ پلکوں پر بٹھا کر رکھے گا تمہاری بیٹی کو' بس اب کسی لیکن ویکن کی گنجائش نہیں' مجھے تمہارے منہ سے ہاں ہی سننی ہے۔"

آپا بی کا انداز قطعیت بھرا تھا۔ نجیب نے سوالیہ نگاہیں بیوی کے چہرے پر گاڑیں۔ زینب جانتی تھیں کہ نجیب کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اعتراض تو خود انہیں بھی نہ تھا۔ اویس ہر لحاظ سے بہترین لڑکا تھا' بس آپا بی کے مزاج سے ڈر لگتا تھا' لیکن کسی انجان جگہ اور اجنبی لوگوں میں ملیحہ کا رشتہ طے کرتیں تو کوئی گارنٹی تو نہ تھی کہ وہاں سسرالی رشتے ہم مزاج مل سکتے' پھر آپا بی بار بار کہہ رہی تھیں کہ اویس' ملیحہ کو پسند کرتا ہے' اب بھی وہ بہت بے تاب نگاہوں سے ماموں' مامی کے چہرے تک رہا تھا۔

زینب نے صرف چند لمحوں کے لیے سوچا تھا' پھر دھیرے سے مسکراتے ہوئے نجیب کو گردن ہلا کر ہاں کہہ دی۔

"ٹھیک ہے آپا بی' آج سے ملیحہ آپ کی بیٹی ہوئی۔" نجیب مسکراتے ہوئے بہن کو مخاطب کیا۔

واپسی کے سفر میں نجیب بہت سرشار تھے۔

"اویس ہر لحاظ سے بہترین لڑکا ہے۔ ان شاء اللہ ہماری ملیحہ بہت خوش رہے گی اس کے ساتھ۔ گھر بیٹھے قدرت نے کیا بہترین بر بھیج دیا ہماری بیٹی کے لیے۔" دلی خوشی نجیب کے چہرے سے چھلک رہی تھی۔

"مجھے تمہارا بھی شکریہ کہنا ہے زینب! تم نے میری بہن کے سامنے میرا مان رکھا۔ میں جانتا ہوں' آپا بی کے مزاج کی وجہ سے تمہارے ذہن میں کچھ خدشات نے جنم لیا ہوگا' لیکن ہر سسرال میں تھوڑی بہت اونچ نیچ تو ہوتی ہے۔ اگر میاں' بیوی میں آپس میں محبت اور انڈر اسٹینڈنگ ہو تو یہ باتیں بے معنی ہوجاتی ہیں۔ تم نے بھی تو ساری زندگی آپا بی سے سمجھوتا کیا ہے' صرف میری خاطر۔ ان شاء اللہ ملیحہ بھی اویس کے ساتھ بہت خوش رہے گی۔" نجیب بول رہے تھے اور زینب انہیں محبت پاش نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

"اویس واقعی ملیحہ کے لیے بہترین انتخاب ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہی بات آپا بی کے مزاج کی تو اب ان کے مزاج میں پہلے والی سختی نہیں رہی۔ وقت کے ساتھ اور بدل جائیں گی۔" انہوں نے نجیب کو تسلی دی۔

"آپا بی کا مزاج بدلے' نہ بدلے' مجھے ملیحہ پر پورا بھروسا ہے۔ ہماری بیٹی بہت سمجھ دار ہے۔ آپا بی کے گھر آسانی سے ایڈجسٹ کرے گی۔"

نجیب کے لہجے میں ملیحہ کے لیے بہت سامان اور پیار چھپا تھا۔ زینب مسکرادیں۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان کی "سمجھ دار بیٹی" عنقریب اپنے باپ کا مان توڑنے والی ہے۔

گھر جاکر انہوں نے اپنی دانست میں تو ملیحہ کو اس کی بات طے ہوجانے کی خوش خبری سنائی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اویس کی پسندیدگی یک طرفہ نہیں ہوگی۔ آپا بی ملیحہ کے لیے اویس کی جس دیوانہ وار چاہت کا تذکرہ کررہی تھیں 'ملیحہ یقیناً" اویس کی چاہت سے واقف ہوگی۔ وہ دونوں ہم عمر تھے۔ جب بھی اویس یہاں آتا' ملیحہ اور عثمان اس کی آمد پر بہت خوش ہوجاتے تھے۔ تینوں کی خوب دوستی تھی۔ اکٹھے محفلیں جمتیں۔ سیر سپاٹے کو اکٹھے نکلتے۔ اویس نے یقیناً" کبھی نہ کبھی تو ملیحہ سے حال دل کہا ہوگا۔ زینب کو اس بات کا پورا یقین تھا جب ہی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے ملیحہ کو مخاطب کیا تھا۔

"میری بیٹی نے تو ماں سے اپنے دل کا حال چھپالیا تھا' لیکن ماں اولاد کے دل کی خواہش سے کیسے بے خبر رہ سکتی تھی۔ آپا بی نے اویس کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے اور تمہارے بابا جان نے انہیں ہاں کہہ دی ہے۔ اویس تو ایسے خوش ہورہا تھا جیسے اسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔ بہت خوش قسمت ہے میری بیٹی جو اتنے چاہنے والے شخص کا ساتھ ملا ہے۔"

زینب نے محبت پاش نگاہوں سے بیٹی کا چہرہ دیکھتے ہوئے اسے آگاہ کیا تھا۔ لیکن چند سیکنڈ بعد ہی انہیں احساس ہوگیا کہ بیٹی کے چہرے پر تاثرات ہرگز ایسے نہیں ہیں' جیسے کسی خوشی کی خبر سننے کے بعد ہونے چاہئیں وہ آنکھیں پھاڑے حیرانی سے انہیں تک رہی تھی۔ اگر یہ صرف حیرت بھرے تاثرات ہوتے تو بھی غنیمت تھا۔ اس کے چہرے سے تو شدید دکھ جھلک رہا تھا۔

"آپ نے پھوپھو کو ہاں بھی کہہ دی۔ یوں اچانک مجھ سے پوچھے بغیر ہی بی بی جان۔" وہ دکھ سے چور لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"ہمارے خیال میں یہ رشتہ ہر لحاظ سے بہترین تھا' نجیب سوچنے کے لیے کچھ مہلت لینا چاہ رہے تھے' لیکن آپا بی نے ایسی جلدی مچائی کہ ہمیں ہاں کہتے ہی بنی' پھر ہمیں یقین تھا کہ تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" انہوں نے پیار سے بیٹی کی ٹھوڑی چھوئی۔

"آپ میرے ساتھ ایسا کس طرح کرسکتے ہیں۔" ملیحہ نے سرسراتے لہجے میں انہیں مخاطب کیا۔ زینب نے چونک کر بیٹی کو دیکھا۔ وہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ ملیحہ اچانک یہ خبر سن کر ہکا بکا رہ گئی ہے۔ لیکن اس کے تاثرات تو ناقابل فہم تھے۔

"اویس کی پسندیدگی پر یہ رشتہ جڑا ہے۔ وہ بہت چاہتا ہے تمہیں۔" انہوں نے اس بار بھی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بیٹی کو آگاہ کیا۔

"اور میں کیا چاہتی ہوں یہ جاننے کی آپ لوگوں نے زحمت بھی نہیں کی۔"

آنسو اب ملیحہ کے گال بھگو رہے تھے۔ اب ہکا بکا ہونے کی باری زینب کی تھی۔

"مجھے اویس سے شادی نہیں کرنی بی بی جان۔ ہرگز نہیں۔ کسی قیمت پر نہیں' آپ بس پھوپھو کو انکار کردیں۔"

"تم آپا بی کی وجہ سے انکار مت کرو' اویس کا سوچو' وہ کتنا چاہتا ہے تمہیں۔" زینب نے اسے دوبارہ اویس کی چاہت یاد دلائی تھی۔

"لیکن میں اویس کو نہیں چاہتی بی بی جان۔ میں کسی اور کو چاہتی ہوں۔" ملیحہ نے ان کے حواسوں پر بم گرایا تھا۔

"اس کے آگے ایک لفظ مت کہنا ملیحہ! چپ

ہوجاؤ۔" زینب اس کی بات سن کر سخت متوحش ہوگئی تھیں' لیکن ملیحہ چپ نہیں رہی تھی۔

وہ تو کسی مناسب موقع کا انتظار کرتے کرتے پہلے ہی بہت دیر کرچکی تھی۔ اس نے ماں کو سب کچھ بتا ڈالا۔ عاشر اس کا کلاس فیلو تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو نوٹ کرجاتے تھے۔ دونوں کا خیال تھا کہ جب عاشر پڑھائی مکمل کرکے اپنے پاؤں پر کھڑا ہوجائے گا' جب ملیحہ کے والدین کے آگے دست سوال بلند کرے گا۔

ملیحہ کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یوں اچانک اس کی بات ہی پکی کردی جائے گی۔ وہ ماں کے سامنے بلک بلک کر رو پڑی تھی۔ انہیں بتادیا تھا کہ عاشر اس کے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے اور یہ کہ وہ عاشر کے بغیر زندگی گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔

"اگر تمہیں اپنے باپ کی عزت کا ذرا سا بھی خیال ہے تو اپنی محبت سے دست برداری اختیار کرنا پڑے گی' تمہارے بابا اپنی بہن کو زبان دے چکے ہیں۔ اویس بہت اچھا لڑکا ہے۔ اپنے دل کو جتنا جلدی سمجھالو تمہارے حق میں اتنا ہی اچھا ہوگا۔"

زینب نے اسے قطعی انداز میں باور کروادیا تھا۔ ملیحہ بس روتی ہی رہی تھی۔ زینب کا خیال تھا کہ ملیحہ آہستہ آہستہ صورت حال سے کمپرومائز کرلے گی' لیکن ان ہی دنوں آپا بی کی طرف سے باقاعدہ رسم کرنے کا شوشا چھوڑ دیا گیا۔

"تم تو جانتے ہو نجیب! کہ آج کل اویس کے بابا پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ جلد ہی ان کی امریکہ واپسی متوقع ہے۔ اویس کے ابو چاہ رہے ہیں کہ بڑے بھائی کی موجودگی میں اویس کی منگنی کی رسم ادا ہوجائے۔ ہم کل ہی تمہاری طرف آرہے ہیں۔ فرحانہ کے سسرال والے بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ تمہاری طرف سے ان کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ میری بیٹی کے سسرال کا معاملہ ہے۔" آپا بی نے پہلے ہی جتادیا تھا۔

"آپ فکر ہی نہ کریں آپا بی۔ سب کچھ آپ کی خواہش کے مطابق انجام پائے گا۔" نجیب نے بہن کو تسلی دی۔ پھر بیوی کو بہن کے فون کے بارے میں بتایا تھا۔

زینب سن کر سخت پریشان ہوگئی تھیں۔ ابھی تو ملیحہ پہلے دھچکے سے ہی نہیں سنبھلی تھی۔ آپا بی کی عقابی نگاہیں۔ ملیحہ کی اجڑی شکل دیکھ کر کچھ بھانپ ہی نہ لیں۔

"کیا ہوا بیوی' تم تو پریشان ہی ہوگئیں' میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔ سارے انتظامات کروانا میری ذمہ داری۔" نجیب نے ان کی پریشان شکل دیکھ کر یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ تقریب کے انتظامات کی وجہ سے پریشان ہیں' سو فوراً" انہیں اپنی مدد کا بھرپور یقین دلوایا۔

زینب نے بدقت مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلادی۔ مدحت اور عثمان بھی بہن کی منگنی کی خبر سن کر پرجوش انداز میں اپنی تیاریاں کرنے لگے تھے۔ عثمان تو ملیحہ سے چھیڑ چھاڑ بھی کررہا تھا' لیکن ملیحہ اس کے چھیڑنے پر بری طرح رو ہی تو پڑی۔

"ارے بابا! صرف منگنی کرنے آرہی ہیں پھوپھو' ابھی سے تمہیں رخصت کرواکر ساتھ تھوڑی لے جائیں گی۔" عثمان نے بہن کو بازو کے حلقے میں لے کر تسلی دی۔

"بھائی! آپ آپی کو بلاوجہ تنگ کررہے ہیں۔ اس موقع پر لڑکیوں کو رونا آہی جاتا ہے۔" بہن کی متوقع جدائی سے مدحت کی اپنی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

زینب کا دل ملیحہ کی شکل دیکھ کر ڈوب رہا تھا۔ اگر یہ بے وقوف لڑکی پہلے ہی اپنے دل کے حال سے آگاہ کردیتی تو یہ نوبت درپیش نہ آتی' نجیب روشن خیال شخص تھے۔ وہ بیٹی کی پسند کو سند قبولیت بخش سکتے تھے۔ لیکن اب کچھ بھی ہونا ناممکن تھا۔ رات کو تنہائی پاتے ہی زینب پھر ملیحہ کو سمجھانے چلی آئی تھیں۔

"اپنے آپ کو سنبھالو ملیحہ! آپا بی تمہاری شکل دیکھ کر کھٹک ہی نہ جائیں۔"

"اب بھی وقت ہے بی بی جان! آپ بابا کو کہیں کہ وہ پھوپھو کو انکار کردیں۔" ملیحہ ان سے روتے ہوئے چمٹ گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو ملیحہ۔" انہوں نے ڈپٹتے ہوئے اسے خود سے الگ کیا۔

"میں عاشر کے سوا کسی اور کے ساتھ زندگی گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔" وہ بلک بلک کر روئی تھی۔ زینب نے ایک زوردار طمانچہ اس کے گال پر رسید کیا تھا۔

"آج کے بعد میں عاشر کا نام تمہارے منہ سے نہ سنوں۔ سمجھو مر گیا ہے وہ تمہارے لیے۔" ملیحہ کی جذباتیت کا شاید یہی علاج تھا۔ اسے درشتی سے ڈپٹتے ہوئے وہ کمرے سے چلی گئیں۔

اگلا طلوع ہونے والا دن ان کی زندگی کا سیاہ ترین دن تھا۔ ملیحہ کے گال پر تھپڑ مارنے کی بہت کڑی سزا بھگتنی پڑی تھی انہیں۔ آپا ڈھیروں مہمانوں کے ہمراہ بہت دھوم دھام سے منگنی کی رسم کرنے پہنچ چکی تھیں۔ ملیحہ صبح بغیر بتائے یونیورسٹی کے لیے نکل گئی تھی۔

"آپ کیوں فکر کرتی ہیں بی بی جان! آپی جلد آنے کا کہہ کر گئی ہیں۔"

مدحت کی زبانی ہی انہیں ملیحہ کے یونیورسٹی جانے کا پتا چلا تھا اور اس نے ہی ان کی پریشانی بھانپ کر تسلی دی تھی۔ حالانکہ اسے اندازہ بھی نہ تھا کہ ماں کے دل میں کن خدشات نے جنم لیا ہے۔ وہ صرف یہی سوچ سکی تھی کہ وہ مہمانوں کی آمد اور کاموں کے دباؤ کی وجہ سے پریشان ہیں۔ گھریلو کام کاج میں بالکل اناڑی ہونے کے باوجود اس روز مدحت نے ان کا ہاتھ بٹانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ عثمان نے بھی آج اپنے انسٹی ٹیوٹ سے چھٹی کی تھی۔

آپا اور ان کے مہمانوں کا استقبال کرنے کے لیے سب ہی جی جان سے مصروف تھے، لیکن زینب کا دل خدشات کا شکار تھا۔ ان کی نگاہیں بار بار گھڑی کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ آپا اپنے سسرالی عزیزوں اور دیگر مہمانوں کے ہمراہ پہنچ چکی تھیں، لیکن ملیحہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مہمانوں کی طرف سے پہلا سوال ملیحہ کے متعلق ہی کیا گیا تھا۔ وہ لوگ اویس کی منگیتر دیکھنے کے آرزومند تھے۔

"ملیحہ یونیورسٹی گئی ہے، بس آتی ہی ہوگی۔" زینب نے اپنے فق پڑتے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لاتے ہوئے بتایا تھا۔

"یہ بھی خوب رہی زینب! آج کے دن بھی بیٹی کو یونیورسٹی بھیج دیا۔ کچھ تو سوچا ہوتا۔" آپا نے سب کے سامنے ہی ناراضی کا اظہار کیا۔

"آج اس کا بہت ضروری ٹیسٹ تھا۔ بس اب پہنچنے ہی والی ہوگی۔" انہوں نے دل کی خواہش کو لفظوں میں ڈھال کر جواب دیا۔ دل یہی راگ الاپ رہا تھا کہ کاش جلدی سے ملیحہ آجائے اور ان کے تمام خدشات غلط ثابت ہوں۔ گھڑی کی سوئیاں آگے سرکتی جارہی تھیں اور ان کا دل اندر ہی اندر ڈوبتا جارہا تھا۔ صبح سے بھاگ دوڑ اور کاموں میں مصروف نجیب کو بھی اب پتا چلا تھا کہ ملیحہ گھر پر موجود نہیں ہے۔

"تمہیں آج ملیحہ کو یونیورسٹی نہیں بھیجنا چاہیے تھا زینب! آپا بی سخت خفا ہو رہی ہیں اور وہ خفا ہونے میں حق بجانب ہیں۔ مہمانوں سے گھر بھرا پڑا ہے۔ تقریب کے سب انتظامات مکمل ہیں اور ملیحہ گھر پر موجود نہیں۔" نجیب ان سے ناراضی سے گویا ہوئے۔

"بس آتی ہی ہوگی۔" وہ گھڑی پر نگاہیں جما کر دھیرے سے بولی تھیں۔ نجیب کو ان کا انداز کچھ غیر معمولی لگا تھا۔ وہ کچھ کھٹکے تو تھے، لیکن اپنا وہم سمجھ کر نظرانداز کر گئے۔

"اچھا اب تم بھی تیار ہو جاؤ۔ آپا بی کو دیکھا ہے، کیسے زرق برق کپڑے پہنے ہیں آج۔ وہ دولہا کی ماں ہیں تو دلہن کی ماں کو بھی کسی سے کم تو نہیں لگنا چاہیے نا۔"

اپنی کچھ لمحوں پہلے والی بات کا اثر زائل کرنے کو وہ ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوئے۔ زینب نے سر اٹھا کر شوہر کو دیکھا۔ انہوں نے جیسے نجیب کی بات سنی ہی نہ تھی۔ ان کی نگاہیں، پھر گھڑی کی طرف اٹھیں۔ عام دنوں میں ملیحہ اس وقت تک گھر آچکی ہوتی تھی۔ آج کے دن ملیحہ کی گھر سے غیر موجودگی کا صرف ایک ہی

مطلب تھا۔ وہ اویس سے منگنی کرنا ہی نہ چاہتی تھی۔ ایک دن پہلے وہ اسے تھپڑ مار کر یہ سمجھے بیٹھی تھیں کہ انہوں نے ملیحہ کو باور کروا دیا ہے۔ ماں، باپ کے کیے ہوئے فیصلے کو حتمی فیصلہ سمجھے۔ ملیحہ نے بحث مباحثے کے بجائے منظر سے غائب ہو کر ان کے فیصلے کو چیلنج کر دیا تھا۔ بیٹی کی پلاننگ ان کی سمجھ میں آگئی تھی۔ ان کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ بھی کوئی سلیمانی ٹوپی پہن کر منظر سے غائب ہو جائیں۔

نجیب جانے کیا، بول رہے تھے۔ انہوں نے خالی خالی نگاہوں سے نجیب کو دیکھا۔ یہ فرشتہ صفت شخص ان کا شوہر ہی نہیں ان کا محبوب بھی تھا۔ ملیحہ کو سگے باپ سے بڑھ کر چاہا، اس نے اور ان کی بیٹی نے اس چاہت کا کیا اچھا جواب دیا تھا۔ کیا وہ آج کے بعد نجیب سے نگاہیں ملا پائیں گی۔ وہ بے دم سی ہو کر بیڈ پر بیٹھی تھیں۔

"کیا ہوا زینب، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" نجیب نے پوچھا تب ہی عثمان داخل ہوا۔ وہ بھی گھبرایا ہوا اور پریشان تھا۔

"بی بی جان! ابھی ملیحہ کی ایک دوست کا فون آیا ہے۔ اس نے یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ کل بھی یونیورسٹی میں اسٹرائیک ہے، کوئی کلاس نہیں ہوگی، جب میں نے اس سے کہا کہ ملیحہ تو آج بھی یونیورسٹی گئی ہے تو وہ کہہ رہی تھی کہ آج بھی اسٹرائیک کے سبب کوئی کلاس نہیں ہوئی تھی۔" عثمان نے پریشانی کے عالم میں ماں کو آگاہ کیا۔ وہ چپ چاپ بیٹے کی شکل تکتی رہیں۔

"میں خود یونیورسٹی جاتا ہوں اور پلیز یہ اسٹرائیک والی بات پھوپھو کے سامنے مت کیجیے گا۔ پہلے ہی ان کا موڈ سخت آف ہے، پتا نہیں کیا معاملہ ہے ملیحہ یونیورسٹی گئی ہی کیوں اور پھر اب تک لوٹی کیوں نہیں۔" عثمان کی پریشانی اس کے چہرے سے چھلک رہی تھی۔

"مجھے معاف کردیں نجیب!" زینب نے یک لخت نجیب کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ وہ اب زار و قطار رو رہی تھیں۔ ان کے اعصاب مزید بوجھ برداشت کرنے کے قابل نہ تھے۔ انہیں یہ بوجھ نجیب کے کندھوں پر منتقل کرنا ہی تھا۔

"ملیحہ جان بوجھ کر آج کے دن گھر سے باہر نکلی ہے۔ وہ ابھی واپس نہیں آئے گی اور پتا نہیں واپس آئے گی بھی یا نہیں۔" نجیب پریشانی کے عالم میں ان کے قریب آئے تھے جب انہوں نے روتے ہوئے انہیں آگاہ کیا۔

"کیا کہہ رہی ہو زینب۔" نجیب ان کی بات سن کر ہکا بکا رہ گئے تھے۔ پاس کھڑے عثمان کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا۔

"وہ اویس سے منگنی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اپنے کلاس فیلو کو پسند کرتی تھی۔ میں نے بہت سمجھایا۔ بہت سمجھایا اسے۔ مار کر بھی دیکھ لیا۔ کیا خبر تھی یوں بدلہ لے گی مجھ سے۔ اپنی چند دن کی محبت ماں، باپ کی عزت سے زیادہ قیمتی لگی اسے۔ وہ ہمیں رسوا کر گئی نجیب۔"

زینب بری طرح رو پڑی تھیں۔ ان کے جڑے ہاتھ جو نجیب نے اپنی گرفت میں لے لیے تھے۔ یک لخت وہ گرفت کچھ ڈھیلی پڑی تھی۔ سامنے آپا کھڑی تھیں۔ قہر برساتی نگاہوں سے زینب کو گھور ہی تھیں۔

"میں یہی سن گن لینے آئی تھی کہ بند کمرے میں کون سا ڈرامہ ہو رہا ہے، ارے میں تو پہلے ہی کھٹک گئی تھی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ ایسی مردنی چھائی ہوئی تھی اس کے چہرے پر۔" انہوں نے نفرت سے روتی ہوئی زینب کو دیکھا تھا۔

"اس حرافہ ماں کی بیٹی سے اسی طرح کے کرتوت کی توقع تھی۔ ساری عمر میرے بھائی پر جادو کیے رکھا، بیوی کے سوا اسے کچھ نظر ہی نہ آیا۔ بیٹی نے ویسا ہی سحر میرے بچے پر پھونک ڈالا۔ باؤلا ہو گیا وہ اس کی چاہت میں، کہتا تھا مر جاؤں گا۔ ملیحہ کے سوا کسی سے شادی نہ کروں گا۔ دل پر جبر کر کے صرف اس کی خوشی کی خاطر تمہارے آگے دامن پھیلایا۔ اب بتاؤ کیا کروں میں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

جن پچیس لوگوں کو اپنے ساتھ لائی ہوں' انہیں کیا جاکر بتاؤں کہ لڑکی اپنے کسی یار کے ساتھ فرار ہوگئی ہے۔"

"پھوپھو پلیز' آگے ایک لفظ نہیں۔" عثمان نے اپنے اندر امڈتی اشتعال کی لہر کو بہت مشکل سے کنٹرول کرتے ہوئے انہیں ٹوکا۔

"یہ محض بی بی جان کا خدشہ ہے کہ ملیحہ واپس نہیں آئے گی۔ میں اسے ڈھونڈنے جارہا ہوں۔ وہ وہیں یونیورسٹی میں ہی ہوگی۔" عثمان کا لہجہ پُریقین تھا۔

"نہ بھائی! ہمیں تو تم معاف کرو۔ جانتے بوجھتے کسی ایسی لڑکی کو اپنے بیٹے کے گلے کا طوق نہیں بناؤں گی میں۔ شادی کے بعد اپنے آشنا کے ساتھ فرار ہوگئی تو۔"

"خدا کے لیے آپا چپ ہوجائیں۔" نجیب نے ان کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ دماغ ابھی زینب کی بتائی گئی بات کے صدمہ سے نکلا نہ تھا کہ آپا نے الگ ہنگامہ شروع کردیا تھا۔

"ہاں بھئی' چپ بھی آپا کو ہی کرواؤ اپنی بیوی سے کیوں نہیں پوچھتے کہ پہلے یہ منہ میں کیوں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھی رہی' اگر پہلے منہ سے پھوٹ دیتی تو کاہے کو آج ہم یوں رسوا ہوتے' اب بتاؤ اپنے ساتھ آئے مہمانوں سے کیا کہوں جاکر۔ ارے..... میری تو بیٹی کے سسرالی بھی ساتھ آئے ہیں۔ کتنے فخر اور مان سے آئی تھی سب کو لے کر اپنے بھائی کے گھر' کیا پتا تھا بھائی کے گھر جاکر۔"

"آپ کے مہمانوں کے سامنے میں ہاتھ جوڑ کر معذرت کرلیتا ہوں۔ اس کے سوا اور کیا کرسکتا ہوں میں۔" نجیب تھکے ہارے انداز میں بولے تھے۔

زینب نے تڑپ کر شوہر کو دیکھا۔ آپا کی تیوریوں کے بل کم نہ ہوئے تھے۔ صورت حال ان کے لیے بھی کم پریشان کن نہیں تھی۔ اپنے سسرال والوں اور بیٹی کی ممکنہ سسرال کے سامنے ہونے والی سبکی کا تصور ہی ان کے لیے سوہان روح تھا۔ انہوں نے ملیحہ کا رشتہ صرف اور صرف اویس کی ملیحہ کے لیے دیوانگی دیکھ کر مانگا تھا۔

لیکن اب..... انہوں نے تنفر سے سوچا۔ نجیب اور زینب چاہے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں' وہ کبھی ملیحہ کو اویس کی زندگی میں شامل نہیں کریں گی' لیکن مہمانوں کے سامنے سبکی کا تصور ان کے لیے خاصا پریشان کن تھا۔

"کچھ دیر انتظار کرلیں پھوپھو! ان شاء اللہ ملیحہ آجائے گی۔" ماں کا ستا ہوا چہرہ اور باپ کا پریشان چہرہ دیکھ کر عثمان نے ہی دوبارہ اپنی پھوپھی کو مخاطب کرنے کی ہمت کی۔

"بس عثمان....." آپا نے بہت نخوت سے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ "سب کچھ جانتے بوجھتے میں اپنے بیٹے کی زندگی برباد نہیں کرسکتی۔ مجھے تو ملیحہ ویسے بھی پسند نہ تھی۔ صرف اویس کی ضد نے مجھے مجبور کردیا تھا۔ اب جب اویس کو صورت حال کا علم ہوگا تو اپنی حماقت کا احساس بھی ہوجائے گا۔ لیکن میں جب آج تمہارے گھر اپنے بیٹے کی منگنی کی رسم کرنے آئی ہوں تو رسم کرکے ہی جاؤں گی۔" آپا کی اس بے سروپا بات پر سب نے ہی انہیں الجھ کر دیکھا تھا۔

"مدحت میری بھتیجی ہے' میرا اپنا خون' اویس راضی نہ ہوا تھا' ورنہ میں تو تم سے پہلے مدحت کا رشتہ ہی مانگنا چاہ رہی تھی۔ آج میں مدحت کی انگلی میں اویس کے نام کی انگوٹھی پہناؤں گی۔"

آپا نے مدحت کا رشتہ نہ مانگا تھا' بلکہ اپنا فیصلہ سنایا تھا۔ زینب نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"مدحت تو ابھی بہت چھوٹی ہے آپا! اویس کی اور اس کی عمروں میں بھی بہت فرق ہے وہ تو....."

"میں تم سے مخاطب نہیں ہوں زینب!" انہوں نے تنفر سے زینب کی بات کاٹی۔

"ہاں نجیب! بتاؤ۔ گھر آئی بہن کو ذلیل کرکے واپس بھیجو گے یا مجھے مدحت کو انگوٹھی پہنانے دو گے۔" وہ نجیب سے مخاطب ہوئی تھیں۔ نجیب کے چہرے پر برسوں کی تھکن سمٹ آئی تھی۔ زینب ملتجی نگاہوں سے شوہر کو دیکھ رہی تھیں۔ کاش وہ آپا کو انکار میں

جواب دے دیں۔ مدحت تو ابھی بہت چھوٹی تھی۔ ان کی کم عمر' بے وقوف سی بے حد حساس طبیعت والی بیٹی۔ جس کو ایف ایس سی میں داخلہ لیے چند ماہ ہی ہوئے تھے۔ ڈاکٹر بننا جس کا جنون تھا۔ اویس بھی جس کے چھوٹی بہنوں کی طرح ہی لاڈ اٹھاتا تھا۔ آپا بھی یہ کیسا بے جوڑ رشتہ جوڑنا چاہ رہی تھیں۔

وہ نگاہوں ہی نگاہوں میں شوہر کو کچھ بولنے سے باز رکھنا چاہ رہی تھیں' لیکن نجیب نے ان کی سمت دیکھا ہی نہ تھا۔

"آپ مدحت کو انگوٹھی پہنادیں آپا! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" انہوں نے سنجیدہ اور سپاٹ سے انداز میں جواب دیا تھا۔ آپا شاداں و فرحاں واپس مڑ گئی تھیں۔

"یہ آپ نے کیا کردیا نجیب! مدحت ذہنی طور پر اس رشتے کو....."

"میں نے جو کیا' میرے پاس اس کے سوا کوئی آپشن ہی نہ تھا زینب۔" نجیب نے شاکی انداز میں ان کی بات کاٹی تھی۔ وہ چپ کی چپ رہ گئیں۔

"تمہیں ملیحہ کی پسند ناپسند کے متعلق مجھے لاعلم نہیں رکھنا چاہیے تھا۔ وہ کسی کو پسند کرتی ہے۔ یہ کوئی بڑا ایشو نہیں۔ اگر مجھے پہلے علم ہوتا تو میں اویس کے رشتے پر ہاں ہی نہ بھرتا۔"

"تجھے بھی پہلے نہیں پتا تھا نجیب۔" زینب نے تڑپ کر ان کی بات کاٹی تھی۔

"آج سے پہلے تو علم ہوچکا تھا نا زینب! تم نے پھر بھی مجھے بتانا گوارا نہ کیا۔" نجیب ان سے بے پناہ خفا لگ رہے تھے۔

زینب انہیں بے بسی سے دیکھ کر رہ گئیں۔ جس شوہر کی آنکھوں میں زندگی بھر اپنے لیے محبت دیکھی تھی ان کی سرد مہر نگاہیں سہنا زینب کے بس سے باہر تھا۔ جو کچھ ہوا' وہ اس کے لیے ملیحہ کو نہیں بلکہ زینب کو قصوروار سمجھ رہے تھے۔ اگر معاملہ پہلے ان کے علم میں آجاتا تو وہ سلیقے' سبھاؤ سے آپا کو انکار کرسکتے تھے۔ حالانکہ آپا نے پھر بھی طوفان ہی مچانا تھا' لیکن اب جب وہ اپنے سسرال والوں کے علاوہ اپنی بیٹی کے ہونے والے سسرالیوں سمیت بھائی کے گھر آن پہنچی تھیں۔ نجیب چاہ کر بھی انہیں خالی ہاتھ نہیں لوٹا سکتے تھے۔

دل پر پتھر رکھ کر انہوں نے مدحت اور اویس کے رشتے کے لیے ہاں کردی تھی۔ زینب چپ چاپ آنسو بہانے لگی تھیں۔ نجیب نے رک کر بیوی کے آنسو پونچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی' وہ کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔ پیچھے عثمان' ماں کو ساتھ لگائے تسلی دینے لگا تھا۔

جس وقت آپا حیران پریشان اور حواس باختہ سی مدحت کو انگوٹھی پہنا رہی تھیں' ملیحہ گھر واپس لوٹی تھی۔ وہ بھی حیرت بھری نگاہوں سے ماں کو تکنے لگی۔ زینب نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ سچ یہی تھا کہ وہ اپنی بیٹی کی شکل تک نہ دیکھنا چاہتی تھیں۔

اس سے پہلے ملیحہ پر کسی اور کی نگاہ پڑتی عثمان بہن کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گیا تھا۔ آپا رسم کرکے بہت مسرور انداز میں واپس لوٹی تھیں' لیکن نجیب ہاؤس میں جیسے مرگ کا سماں تھا۔ مدحت کو تو ابھی تک ساری صورت حال کا ٹھیک سے علم بھی نہ ہوسکا تھا۔ نجیب نے محض اس سے اتنا کہا تھا کہ آج اسے اپنے باپ کی عزت کی خاطر لب سیے رکھنے ہیں اور جو کچھ ہورہا ہے' اسے ہونے دینا ہے۔

کم عمر اور کم عقل سی مدحت کی سمجھ میں یہ بات آگئی تھی۔ اس نے باپ کا مان اور عزت رکھ لی تھی۔ وہ دل میں مچلتے سوالوں کو زبان پر نہ لائی تھی۔ آپا نے اسے انگوٹھی پہنائی اور اس نے پہن لی۔ زینب کا دل اس کی سعادت مندی پر دھاڑیں مار کر رو رہا تھا۔ ملیحہ نے ثابت کردیا تھا کہ وہ نجیب کو اپنا باپ سمجھتی ہی نہیں۔ سمجھتی ہوتی تو مدحت کی جگہ وہ بیٹھی ہوتی۔

نجیب نے ساری عمر ان کی بیٹی کی کتنے پیار سے پرورش کی اور وہ اس پیار کو اپنا حق سمجھ کر وصول کرتی رہی۔ اپنی چند روزہ محبت اسے باپ کی عزت سے قیمتی لگی تھی۔ ہمیشہ سر اٹھا کر چلنے والے نجیب کے کندھے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

آج کتنے جھکے جھکے لگ رہے تھے۔ زینب خود میں ان سے نگاہیں ملانے کی ہمت نہ پا رہی تھیں۔ اویس عمر میں مدحت سے دس گیارہ سال بڑا تھا۔ رات کو ملیحہ ڈرتے ڈرتے ان کے پاس آئی تھی۔

"مجھے معاف کردیں بی بی جان! بائے گاڈ آج جو ہوا' میں ایسا ہرگز نہ چاہتی تھی۔" اس نے ماں کو صفائی دینے کی کوشش کی۔ زینب نے اس پر تنفر بھری نگاہ ڈالی۔

"عاشر کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا بی بی جان ورنہ میں۔" اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا تھا۔ ماں کی خاموش نفرت بھری نگاہیں اس کا دل چیر رہی تھیں۔ پھر بھی وہ وضاحت دینے کی اپنی سی کوشش کیے گئی۔

"آپ میرا یقین کریں۔ اگر آپ یہ سمجھ رہی ہیں کہ میں منگنی سے بچنے کی خاطر اتنی دیر گھر سے باہر رہی تو یہ غلط ہے' حالات ہی کچھ ایسے ہوگئے تھے۔ عاشر کو ہوش آنے سے پہلے میرا کسی اور طرف دھیان ہی نہ گیا' ورنہ ہم نے سوچا تھا کہ میں آج چپ چاپ آپا بی سے انگوٹھی پہن لوں' بعد میں' میں بابا کو ساری حقیقت بتادیتی۔ آپ نے تو میری بات سنی ہی نہ تھی۔ بابا یقیناً میرا ساتھ دیتے ہوئے یہ رشتہ ختم کردیتے۔" اپنی دانست میں وہ صفائی پیش کررہی تھی۔ زینب کا چہرہ غصے سے سرخ پڑگیا تھا۔

"جب تم نے یہ سوچ ہی رکھا تھا کہ تمہاری خاطر تمہارا باپ اپنے قول سے پھر جائے گا تو پھر ملال کیوں کررہی ہو۔ جو ہونا تھا آج ہوگیا' منگنی ٹوٹنا تمہارے نزدیک مذاق تھا' پھر تمہارے باپ کا شملہ نیچا نہ ہوتا؟ شکر ہے آج مدحت نے قربانی دے کر ہمیں ذلیل ہونے سے بچالیا۔ تم نے تو اپنے باپ کو رسوا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔" وہ بولتے بولتے ہانپ گئی تھیں۔ غصے کی شدت سے ان کے لب کپکپا رہے تھے۔ ملیحہ انہیں بے بسی سے دیکھے جارہی تھی۔

"اور میں بے وقوف ہوں جو بار بار نجیب کو تمہارا باپ کہہ کر مخاطب کررہی ہوں۔ تمہاری رگوں میں تو زبیر شاہ جیسے کم ظرف شخص کا خون دوڑ رہا ہے۔ آج ثابت ہوگیا۔"

"زینب! بس ایک لفظ مزید مت کہنا۔" نجیب جانے کس لمحے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے بیوی کو انتہائی ناگواری سے ٹوکا۔ وہ یک لخت چپ ہوگئی تھیں۔ نجیب ملیحہ کی جانب متوجہ ہوئے جو خفت اور شرمندگی کے زیر اثر انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

"تم اس لڑکے سے کہو کہ مجھ سے آکر ملے' بلکہ اپنے گھر والوں کے ساتھ آئے۔ اگر مجھے لوگ مناسب لگے تو میں تمہاری خواہش پوری کردوں گا۔" انہوں نے ملیحہ کو قدرے نرمی سے مخاطب کیا۔

"سوری بابا! سوری فار ایوری تھنگ۔" ملیحہ ان سے بے ساختہ لپٹ کر زار و قطار رونے لگی۔ انہوں نے دھیرے سے اس کا سر تھپتھپا کر خود سے الگ کیا۔ زینب عجیب سے محسوسات میں گھر گئی تھیں۔ ملیحہ کمرے سے چلی بھی گئی' پھر بھی وہ شوہر سے نظریں نہ ملا پا رہی تھیں۔

"ملیحہ کا قصور اتنا بڑا نہیں ہے' غلطی میری تھی کہ اس سے پوچھے بنا اس کی زندگی کا فیصلہ کردیا۔ لیکن کاش زینب! جب تمہیں معاملے کا علم ہوگیا تھا تو تم مجھے بے خبر نہ رکھتیں۔ تم ملیحہ کو دوش دے رہی ہو لیکن تم نے خود مجھے اس کا باپ سمجھا ہی نہیں۔ اگر تم مجھے حقیقت حال سے باخبر کردیتیں' چاہے دو دن پہلے ہی سہی تو وہ نہ ہوتا جو آج ہوا۔"

زینب نے خاموشی سے شوہر کا شکوہ سنا تھا۔ وہ جواب میں کچھ نہ بولیں۔ ان کے پاس بولنے کے لیے کچھ بچا ہی نہ تھا ملیحہ نے انہیں شرمندگی کے مستقل عذاب میں مبتلا کردیا تھا۔ مدحت کے لبوں پر بھی چپ لگ گئی تھی۔ وہ ملیحہ کے لیے اویس کی چاہت سے بخوبی آگاہ تھی۔ باپ کی عزت کی خاطر وہ اس بے جوڑ اور ان چاہے رشتے میں بندھ تو گئی تھی' لیکن اس کا ذہن اس حقیقت کو قبول ہی نہ کرپا رہا تھا۔

"بابا نے یہ میرے ساتھ کیا کردیا بی بی جان! اویس بھائی تو میرے لیے بالکل بھائیوں جیسے ہیں۔ اویس

بھائی ملیحہ آپی کو دیوانوں کی طرح چاہتے ہیں۔ ان کی شریک سفر ملیحہ آپی کو ہی بننا چاہیے تھا بابا نے۔"

"تم اپنے بابا کو بار بار کیوں دوش دے رہی ہو مدحت!" زینب نے آزردہ لہجے میں بیٹی کی بات کاٹی "یہ سب ملیحہ کا کیا دھرا ہے' وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔" ان کے لہجے میں برسوں کی تھکن تھی۔

"اویس بھائی سے زیادہ آپی کو کون چاہ سکتا ہے بھلا۔ آپ نے کبھی اویس بھائی کو ملیحہ آپی کی جانب تکتے ہوئے دیکھا ہے بی بی جان! ان کی آنکھوں میں قندیلیں سی جلنے لگتی ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اویس بھائی کے جذبوں کی تپش ملیحہ آپی تک کیوں نہیں پہنچی۔" مدحت حیران ہورہی تھی اور زینب اس سے بڑھ کر حیران تھیں۔ وہ تو مدحت کو کم عقل اور بے وقوف سا سمجھتی تھیں۔ اسے تو اس چیز کی بھی خبر تھی' جس سے پورا گھر بے خبر تھا۔

"اویس بھائی کی دیوانہ وار چاہت ملیحہ آپی سے اپنا آپ منوا ہی لیتی۔ میں سب کچھ جانتے' بوجھتے کیسے اویس بھائی کی زندگی میں شامل ہوسکتی ہوں۔" مدحت آنکھوں میں آنسو بھر کر ماں سے سوال کررہی تھی' جس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

نجیب نے ملیحہ سے کہا تھا کہ وہ عاشر کو ان سے ملوانے لے آئے۔ عاشر اگلے ہی روز نجیب ہاؤس پہنچ گیا تھا۔ نجیب کے کہنے کے باوجود زینب اس سے نہ ملی تھیں۔ ان کی بیٹی نے ان کا اتنا دل دکھایا تھا کہ اب بیٹی کے لیے دل خود بخود پتھر بن گیا تھا۔

نجیب نے عاشر کو سند قبولیت بخش دی تھی۔

"اچھا لڑکا ہے عاشر' سلجھی ہوئی شخصیت کا مالک' مہذب اور تعلیم یافتہ' ماں' باپ فوت ہوچکے' والدین کی اکلوتی اولاد ہے۔ ان کے انتقال کے بعد بیوہ خالہ نے اس کی پرورش کی ہے' مالی لحاظ سے فیملی بیک گراؤنڈ مضبوط نہیں ہے' لیکن لڑکا پڑھا لکھا ہے' ذہین' پھر آگے بڑھنے کی لگن ہے۔ ان شاءاللہ ملیحہ اس کے ساتھ اچھی زندگی گزارے گی۔" نجیب بیوی کے بغیر پوچھے انہیں تفصیلات سے آگاہ کررہے تھے۔

"وہ جیسا بھی ہے' مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میرے بس میں ہوتا تو آج اسے اپنے گھر کی دہلیز پار نہ کرنے دیتی۔" زینب' ملیحہ کا قصور بخشنے پر تیار نہ تھیں۔

"مسائل کا حل نکالنے کے لیے حقیقت پسند بن کر سوچنا پڑتا ہے۔ زینب بیگم! اولاد کی غلطی چاہے جتنی مرضی بڑی ہو۔ والدین کا ظرف اس سے بھی بڑا ہونا چاہیے۔" نجیب نے انہیں رسانیت سے مخاطب کیا۔ زینب چند لمحوں کے لیے خاموش ہوگئی تھیں۔

"مدحت بہت پریشان ہے۔ وہ جانتی ہے اویس' ملیحہ کو چاہتا تھا۔ وہ اویس اور اپنے درمیان جڑے نئے رشتے کو ذہنی طور پر قبول نہیں کرپا رہی۔" انہوں نے دھیرے سے نجیب کو مخاطب کیا۔ اس بار چند لمحوں کے لیے خاموش ہونے کی باری نجیب کی تھی۔

"اسے سمجھائیے' وقت گزرنے کے ساتھ سب کچھ صحیح ہوجائے گا۔ اویس سمجھ دار لڑکا ہے۔ وہ اپنے طرز عمل سے خود ہی مدحت کے دل میں چھپے خدشات ختم کردے گا۔" بھانجے کے متعلق نجیب حد سے زیادہ خوش گمان تھے۔ زینب نے دل میں دعا کی تھی کہ ان کی خوش گمانی درست ثابت ہو۔

☆ ☆ ☆

ملیحہ کے پیپرز ختم ہونے کے ساتھ ہی عاشر کی خالہ شادی کی تاریخ لینے آگئی تھیں۔ عاشر پارٹ ٹائم جاب پہلے ہی کررہا تھا۔ اس کی ذہانت اور تعلیمی قابلیت کی بنا پر شہر کے مشہور پرائیویٹ کالج میں لیکچرر شپ کی آفر ہوئی تھی۔ تنخواہ ٹھیک ٹھاک تھی۔ عاشر نے آفر قبول کرلی تھی۔ لیکن اسے امید تھی کہ وہ بہت جلد سرکاری ملازمت بھی حاصل کرلے گا۔

نجیب نے عاشر کی خالہ کو ان کی خواہش کے مطابق شادی کی تاریخ دے دی تھی۔ زینب بھی بیٹی سے کب تک خفا رہتیں۔ بے شک ان کے اور ملیحہ کے درمیان

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

جھجک اور سرد مہری کی عجیب سی فضا قائم تھی۔ (جھجک ملیحہ کی جانب سے اور سرد مہری ان کی جانب سے) لیکن اب بیٹی کی متوقع جدائی کے خیال سے ان کا دل پگھل سا گیا تھا۔ وہ شادی کی تیاریاں کرنے لگی تھیں۔ مدحت بھی اپنا غم پس پشت ڈالتے ہوئے بہن کی خوشی میں دل سے شریک تھی۔ عثمان ذمہ دار بھائی کا ثبوت دیتے ہوئے سب کام اپنی نگرانی میں کروا رہا تھا۔ کس دھوم دھام سے ان کی بیٹی وداع ہونے جا رہی تھی۔ زینب کی آنکھیں احساس تشکر سے بھیگ بھیگ جاتیں، لیکن جانے کیوں ان کا دل کسی انہونے خدشے سے ڈر رہا تھا اور وہ انہونی ہو کر رہی۔ شادی سے ٹھیک بیس دن پہلے آپابی کی آمد ہوئی تھی۔ وہ بے حد جلالی موڈ میں تھیں۔

"چپ چپاتے ملیحہ کی شادی کی تاریخ رکھ دی اور مجھے خبر تک نہ ہونے دی۔"

"ایک، دو روز میں کارڈ لے کر میں آپ کے پاس آنے ہی والا تھا آپابی!" نجیب نے انہیں رسانیت سے مخاطب کیا، جبکہ زینب، نند کے تیور دیکھ کر انتہائی خائف ہو رہی تھیں۔ جانے وہ اب کیا کہنے والی تھیں۔

"مانا ملیحہ سے میرا کوئی رشتہ نہیں۔ نہ ہی مجھے اس کے کسی معاملے میں بولنے کا حق ہے، لیکن مدحت تو تمہارے گھر میری امانت ہے۔ تم اپنی بیوی کی بیٹی کو دھوم دھام سے رخصت کرنے لگے ہو تو مجھے میرا قصور بتاؤ۔ ہمیں انتظار میں کیوں لٹکا رکھا ہے۔ مجھے ملیحہ کے ساتھ مدحت کی رخصتی چاہیے۔" آپابی نے قطعی انداز میں اپنا مطالبہ بھائی کے سامنے رکھا۔

"لیکن آپابی! یوں اچانک۔" نجیب صحیح معنوں میں ان کی بات سن کر گڑبڑا گئے تھے۔

"کیوں ملیحہ کی شادی یوں اچانک طے نہیں کی تم نے۔" وہ چمک کر بولی تھیں۔

"ملیحہ پڑھائی سے فارغ ہو چکی ہے آپابی! شادی کے لیے اس کی یہی عمر مناسب ہے، جبکہ مدحت تو ابھی انتہائی کم عمر ہے۔ آپ کی خواہش پر میں نے اس کی منگنی تو کر دی، لیکن میں ابھی اس کی شادی نہیں کر سکتا۔" نجیب نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بہن کو مخاطب کیا۔

"بہت خوب! یعنی میری خواہش پر تم نے بیٹی کی منگنی کی۔" آپابی استہزائیہ انداز میں ہنسی تھیں۔

"ارے یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہاری بیوی کی بیٹی نے ذلت کا جو گڑھا تمہارے اور میرے لیے کھودا تھا، اس سے بچنے کی خاطر تم میری تجویز پر راضی ہوئے، اس کے سوا تمہارے اور میرے پاس کوئی راستہ بچا تھا کیا؟" وہ چمک کر پوچھ رہی تھیں۔

"گزری باتوں کو دہرانے سے کیا حاصل آپابی! رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں، اویس کا جوڑ مدحت سے ہی لکھا گیا ہوگا۔ مدحت میرے پاس آپ کی امانت ہے، لیکن آپ خود سوچیں، کیا شادی کے لیے اس کی عمر مناسب ہے۔ پھر ابھی اس کی تعلیم بھی ادھوری ہے۔" نجیب اپنے ازلی نرم لہجے میں بہن کو سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"اور میرے بیٹے کے متعلق کیا کہتے ہو، کیا اس کی شادی کے لیے یہی مناسب عمر نہیں ہے۔ مدحت کی پڑھائی ختم ہونے کے انتظار میں، میں اسے بوڑھا کر دوں۔ دونوں کی عمروں میں جتنا فرق ہے، وہ تو ختم ہونے سے رہا۔ میری جگہ پر تم اپنے آپ کو رکھ کر سوچو۔ اویس میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ اس کے سر پر سہرا سجانے کا ارمان کب سے میرے دل میں دبا ہے۔ سو بیماریاں میری جان کو چمٹی ہیں۔ میں آج ہوں، کل رہوں، نہ رہوں، تم چاہتے ہو بیٹے کی شادی کا ارمان میرے سینے میں دبے کا دبا ہی رہ جائے۔"

آپابی نے یک لخت رونا شروع کر دیا تھی۔ ان کی آنکھوں سے گرتے آنسوؤں نے نجیب کو بوکھلا دیا تھا۔

"آپ کا کہنا بجا آپابی۔ لیکن مجھے تھوڑی سی تو مہلت دے دیں۔ میرا بزنس آج کل ڈاؤن جا رہا ہے۔ دو بچیوں کی بیک وقت شادی کی تیاریاں، وہ بھی اتنے شارٹ نوٹس پر، پہلے ذہن میں ہوتا تو۔۔۔"

نجیب نے پریشان ہو کر بات ادھوری چھوڑی تھی۔

آپابی نے زینب پر ایک کٹیلی نگاہ ڈالی۔ وہ شرمندگی سے زمین میں گڑی گئیں۔ نجیب نے ان سے مالی مشکلات کا تذکرہ تک نہ کیا تھا۔ وہ بہت دھوم دھام سے ملیحہ کی شادی کی تیاریاں کرنے میں مصروف تھے۔ اب بھی آپابی یہ نشتر نہ ڈالتیں تو شاید یہ بات ان کے منہ سے نہ نکلتی۔

"میں تمہاری بہن ہوں نجیب! تمہاری مشکلات سمجھ سکتی ہوں میرے بھائی۔ میری وجہ سے ان مشکلات میں اضافہ ہو۔ یہ مجھے ہرگز گوارا نہیں۔ تم صرف ملیحہ کی شادی کے خرچے پورے کر لو۔ وہ غیروں میں جا رہی ہے، وہاں تمہاری ناک اونچی رہنی چاہیے، بلکہ مدحت تو میری اپنی بھتیجی ہے، میرا اپنا خون، وہ مجھے دو جوڑوں میں بھی قبول ہے۔ میرا تم سے کوئی مطالبہ نہیں۔ بس تم مجھے خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ۔ مجھے بھی مدحت کی رخصتی کی تاریخ دے دو۔" آپابی اس بار بہت لجاجت سے بھائی کو مخاطب کر رہی تھیں۔ زینب ان کے پل پل بدلتے رنگ دیکھ کر حیرت سے ساکت تھیں۔ نجیب بھی بہن کے آگے بے بس سا ہو کر خاموش ہو گئے تھے۔

"جس طرح تم نے مجھے اپنا جان کر میرے سامنے اپنا مسئلہ رکھا، مجھ دکھیاری کی زندگی میں بھی سکون نہیں ہے۔ اب میں تم سے کیا چھپاؤں کہ صرف اور صرف اویس کی خاطر میں تمہارے سامنے جھولی پھیلانے پر مجبور ہوئی ہوں۔ ورنہ میں کاہے کو شادی کی اتنی جلدی مچاتی۔ میرا بیٹا اس عورت کی بیٹی کے سوگ میں غم سے دیوانہ ہوا پڑا ہے نجیب! اندھی محبت کرتا تھا وہ ملیحہ سے۔ یہ جان کر کہ ملیحہ کسی اور کو پسند کرتی ہے، اسے ایسا دھچکا لگا ہے کہ وہ اپنے آپ سے بے گانہ ہو گیا ہے۔ مدحت ہی ہے جو شادی کے بعد میرے ٹوٹے بکھرے بیٹے کو سمیٹ سکتی ہے۔ مجھے مایوس نہ لوٹانا نجیب! بہن نہ سمجھو، یہ سمجھو کہ ایک دکھی ماں تمہارے پاس فریاد لے کر آئی ہے۔" آپابی نے نجیب کے آگے اپنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

زینب خاموشی سے کمرے سے اٹھ کر چلی گئیں۔

وہ زندگی میں کبھی بھی اتنی شرمندگی سے دوچار نہ ہوئی تھیں۔ ان کی بیٹی نے ان کے شریک سفر کو کس امتحان میں ڈال دیا تھا۔ ملیحہ کے لیے غصے اور ناراضی کے جو جذبات ذرا سرد پڑے تھے، وہ نفرت بن کر ابھر آئے۔

ملیحہ ٹیلی فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر پھوٹتی شفق بتا رہی تھی کہ فون عاشر کا ہے۔ زینب کا جی چاہا، اپنی بیٹی کا خوشی سے تمتماتا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دیں۔ اس کی خودغرضی اور احسان فراموشی کی وجہ سے باپ کے کندھے وقت سے پہلے جھک گئے تھے۔ چھوٹی بہن بے قصور مصلوب ہونے جا رہی تھی۔

زینب جانتی تھیں، نجیب کا فیصلہ کیا ہوگا۔ وہ بہن کے آنسوؤں کے آگے ہار گئے تھے۔ ملیحہ کے ساتھ مدحت کی رخصتی کی تاریخ بھی دے دی گئی تھی۔

مدحت جو اپنی قسمت کو حالات کے دھارے پر چھوڑتے ہوئے ساری سوچوں کو ذہن سے جھٹک کر ملیحہ کی شادی میں گائے جانے والے گیتوں کی پریکٹس کر رہی تھی۔ اسے اپنی شادی کی خبر ملی تو وہ ششدر رہ گئی تھی۔

"بابا نے ایک بار پھر پھوپھو کی بات مان لی۔ میرے لیے کوئی اسٹینڈ نہیں لیا۔ میں تو خود کو یہ سوچ سوچ کر تسلی دیتی تھی کہ اویس بھائی خود ہی یہ رشتہ توڑ دیں گے۔ میری خوش گمانی تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور ایسا ہو جائے گا کہ اس ان چاہے بندھن سے میری جان چھوٹ جائے گی۔ لیکن بابا تو مجھے جانتے بوجھتے کنویں میں دھکیل رہے ہیں، آخر کیوں بی بی جان۔"

وہ باپ سے شاکی ہو کر ماں کے سینے میں سر چھپائے سسک رہی تھی۔ زینب اس کے کیوں کا کیا جواب دیتیں، بس مضمحل انداز میں اس کے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہیں۔

بھلے سے آپابی نے کہہ دیا تھا کہ انہیں مدحت کپڑوں کے دو جوڑوں میں بھی قبول ہے۔ لیکن نجیب نے اس پیش کش کو رسمی ہی لیا تھا۔ انہوں نے زینب کو معقول رقم تھما کر مدحت کے جہیز کی تیاری شروع

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنے کا کہا تھا۔

"دو چار دن تک اور رقم کا انتظام ہو جائے گا۔ آپ فی الحال کپڑے اور کراکری خریدیں۔ زیور اور فرنیچر اس کے بعد لے لیں گے۔"

زینب نے شوہر کی سمت دیکھا۔ وہ جانتی تھیں' نجیب آج کل کس قدر پریشان ہیں۔ مدحت کی شادی کے اچانک فیصلے پر بھی اور دو' دو شادیوں کے اخراجات کی وجہ سے بھی۔ انہوں نے اپنا زیور لاکر میں سے نکلوا کر نجیب کو دینا چاہا تھا۔

"یہ ذرا پرانے ڈیزائن کا ہے' ورنہ بچیوں کو یہی چڑھا دیتے۔ آپ اسے فروخت کرکے شادی کے دوسرے خرچے نمٹالیں۔"

"یہ زیور آپ اپنی بہو کے لیے رکھ لیں۔ شادیوں کے خرچے نپٹ جائیں گے' آپ فکر نہ کریں۔" نجیب نے انہیں مسکرا کر مخاطب کیا۔ مگر زینب کسی طور شرمندگی کے اثر سے باہر نہیں نکل پا رہی تھیں۔

سچ تو یہ تھا کہ وہ خود میں اس اعلا ظرف شخص سے نگاہیں ملانے کا حوصلہ نہ پاتی تھیں۔ جس نے کبھی یہ جتایا تک نہ تھا کہ ملیحہ کی وجہ سے فیملی کس قدر کرائسس میں مبتلا ہو چکی ہے۔ نجیب کی لاڈلی مدحت باپ سے شاکی اور خفا تھی۔ عثمان بھی ایک' دو بار ان سے الجھ چکا تھا کہ انہیں آپا کی اموشنل بلیک میلنگ کے آگے سر نہیں جھکانا چاہیے تھا۔ نجیب کے لیے اولاد کی یہ خفگی اور ناراضی بہت تکلیف دہ تھی۔ زینب' نجیب کے چہرے سے ان کے دل کا حال پا جاتی تھیں۔ ایسے میں زینب کا اپنا دل بہت کرلاتا تھا' انہیں اس سب کی ذمہ دار اپنی ملیحہ لگتی تھی۔ اگرچہ گھر میں کوئی دوسرا ملیحہ کو موردِ الزام نہ ٹھہرا رہا تھا اور یہ چیز زینب کی پشیمانی اور شرمندگی میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔ انہوں نے ردعمل کے طور پر ملیحہ سے دوبارہ بے گانگی بھرا رویہ اپنا لیا تھا۔ ملیحہ خود بھی شرمندہ تھی۔ ماں سے معافی مانگنا چاہتی تھی' لیکن انہیں نہ ملیحہ سے کوئی سروکار تھا' نہ اس کی معافی سے۔ وہ مایوں کے زرد جوڑے میں ملبوس مدحت کو سینے سے چمٹا کر آنسو بہاتی تھیں اور پاس بیٹھی ملیحہ ماں کو منتظر اور پیاسی نگاہوں سے تکتی رہ جاتی۔

دو جوڑوں میں مدحت کو بیاہ کر لے جانے کا دعوا کرنے والی آپا نے مطالبہ کیا تھا کہ مدحت اور ملیحہ کی رخصتی الگ الگ دن رکھی جائے۔ وہ شہر کے بہترین ہوٹل میں دونوں بہنوں کی رخصتی کے انتظامات کر چکے تھے۔ عین موقع پر اس فرمائش سے نجیب پریشان ہو گئے۔ کس مشکل سے اس اچانک شادی کے خرچے کا بندوبست کیا تھا۔ ہوٹل کی اگلے روز کی دوبارہ بکنگ کروانا۔ ڈبل خرچا پڑتا' سو پڑتا ہوٹل والوں نے بھی معذرت کرلی تھی۔ شادیوں کا سیزن تھا۔ ایک اور شادی کے لیے پہلے ہی ہوٹل کی بکنگ ہو چکی تھی۔ بھاگ دوڑ کے بعد بہت مشکل سے ایک اوسط درجے کے میرج ہال کی بکنگ مل سکی تھی۔

شہر کے بہترین ہوٹل میں عاشر بارات لے کر آیا تھا اور پوری دھوم دھام سے ملیحہ اس کے سنگ رخصت ہو گئی۔

اگلے روز آپا نے اویس کی بارات لے کر آنا تھا۔ بارات کسی بہت دور دراز کے شہر سے نہیں آنی تھی۔ ڈیڑھ' دو گھنٹے کی مسافت تھی' لیکن گھڑی کی سوئیاں آگے سرکتی جا رہی تھیں اور بارات کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ نجیب بار بار آپا کو فون کر رہے تھے' لیکن وہاں سے کوئی فون نہ اٹھا رہا تھا۔ مدحت بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر آچکی تھی۔ نکاح خواں موجود تھے۔ مہمانوں نے پنڈال بھرا ہوا تھا اور اب تو سب ہی اس تاخیر کا سبب دریافت کر رہے تھے۔ شادی بیاہ میں ایسی دیر سویر کبھی کبھار ہو ہی جاتی ہے' یہ زیادہ تشویش کی بات نہیں تھی۔ زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ دولہا والوں سے رابطہ ہی ممکن نہ ہو رہا تھا۔ پھر آخر آپا کا فون آیا تھا۔ وہ فون نہیں تھا' نجیب کے لیے موت کا پروانہ تھا۔

"اویس گھر چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے نجیب! میرا اکلوتا بیٹا' میری زندگی بھر کی پونجی۔ ہائے' ہائے میں کس سے فریاد کروں۔ اس حرافہ ملیحہ کی وجہ سے ہوا ہے یہ سب۔ جانے کیا جادو پڑھ کر پھونکا تھا اس نے

میرے بیٹے پر۔ دیوانہ ہو گیا ہے وہ اس کے پیچھے۔ کہتا تھا ملیحہ نہیں تو کوئی نہیں اور مدحت تو ہرگز نہیں۔ میں سمجھتی تھی' شادی کے بعد عشق کا بھوت سر سے اتر جائے گا' لیکن وہ تو اپنی بات کا پکا نکلا۔ صبح سے گھر سے غائب ہے' کوئی اتا پتا نہیں۔ ہم برباد ہو گئے نجیب' تباہ ہو گئے۔"

آپا بین کر رہی تھیں۔ نجیب نے بنا کچھ کہے فون بند کر دیا۔ ان کے چہرے کی رنگت خطرناک حد تک زرد پڑ چکی تھی۔ پاس کھڑی زینب نے گھبرا کر ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ نجیب نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں انہیں آپا کی گفتگو سے آگاہ کیا تھا۔ پھر وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے چلے گئے۔

وہ رات زینب کے لیے قیامت کی رات تھی۔

آج بھی اس رات کا تصور کرکے وہ پہروں روتی تھیں۔ وہ زندگی سے بھرپور شخص ان کے سر کا سائبان' ان کا شریک سفر' جوانی کی بہاریں گزار لینے کے باوجود وہ اس وقت بھی کتنا وجیہہ اور خوب صورت تھا۔ بچے کہتے تھے' بابا تو ہمارے بڑے بھائی لگتے ہیں۔ اس شخص کو زینب نے ٹوٹ کر چاہا تھا اور وہ چاہے جانے کے ہی لائق تھا۔ سراپا محبت' سراپا خلوص و مروت۔ وہ شخص اب آئی سی یو میں پڑا زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ زندگی لمحہ بہ لمحہ اس سے روٹھتی جا رہی تھی اور اس کے چاہنے والوں کے دل شدت غم سے پھٹے جا رہے تھے۔ مگر کوئی کچھ کرنے پر قادر نہ تھا۔

شدت غم سے آپا بھی نڈھال تھیں' مگر وہ زینب کی سماعتوں میں زہریلے فقرے انڈیلنے سے باز نہ آرہی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ اگر نجیب کو کچھ ہوا تو ذمہ دار زینب اور ملیحہ ہوں گے۔ اگر ملیحہ اویس سے رشتے پر راضی ہو جاتی' منگنی والے روز غائب نہ ہوتی تو یہ سب کچھ نہ ہوتا' جواب ہوا تھا۔

"تمہاری بیٹی نے میرے بیٹے کا دل اجاڑا اور میرے بھائی کی زندگی اجاڑی۔ میرا بھائی آستین میں سانپ پالتا رہا۔ ہائے میرا بھائی' میرا شہزادوں جیسا بھائی۔ ایسے لاچار ہو کر بستر پر پڑا ہے۔"

آپا تڑپ تڑپ کر رو رہی تھیں اور پھر وہیں اویس بھی آگیا تھا۔ جانے اسے کس نے نجیب رضا کے ہارٹ اٹیک کی اطلاع دی تھی۔ وہ خود شرمندہ' نڈھال اور مضمحل سا تھا اور جب زینب کی بار بار کی التجاؤں کے بعد ڈاکٹرز نے انہیں اور عثمان کو زیادہ دیر کے لیے نجیب کے پاس جانے کی اجازت دی تھی تو آپا بھی اویس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اندر گھس گئی تھیں۔

نجیب کو اگرچہ ہوش آگیا تھا' لیکن حالت اب بھی تشویش ناک تھی۔

"دیکھو نجیب! اویس آگیا ہے' تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ' پھر اپنے ہاتھوں سے اپنی مدحت کو اویس کے ساتھ رخصت کرنا۔" آپا بھائی کا ماتھا چوم کر رو پڑی تھیں اور جب ڈاکٹر کے ناراض ہونے پر نا چاہتے ہوئے انہیں نجیب کے پاس سے ہٹنا پڑا تھا تب نجیب نے نقاہت بھرے لہجے میں زینب اور عثمان کو مخاطب کیا۔

"میرے بعد غصے اور جذبات میں کوئی غلط فیصلہ مت کرنا۔ مدحت نے اویس کے نام کا جوڑا پہن لیا تھا۔ دنیا یہ بات کبھی نہیں بھولے گی۔ عثمان جذباتی اور ناسمجھ ہے اور زینب! تم بھی سدا گھر کی چار دیواری میں رہی ہو' دنیا کو پرکھنے کی صلاحیت تم میں بھی نہیں۔ اجنبی اور انجان لوگوں کو آزمانے کے بجائے اویس کو ایک موقع اور دے دینا۔ آگے میری مدحت کا نصیب۔"

"اللہ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آپ ٹھیک ہو جائیں' باقی باتیں بعد میں دیکھی جائیں گی۔"

زینب ان کے ہاتھ تھام کر سسک پڑی تھیں۔ وہ نحیف آواز میں مزید کچھ کہہ رہے تھے' لیکن وہ آواز سماعت کے قابل نہ تھی۔ نجیب کی حالت بتا رہی تھی کہ ان کی زندگی کی لو بجھنے والی ہے اور محض چار گھنٹے بعد زینب کے بدترین خدشات سچ ہو گئے۔ زندگی کا ساتھی' ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ پہاڑ جیسا غم سینہ چیر رہا تھا' لیکن انہیں نجیب کی نشانیوں کے لیے خود کو سنبھالنا پڑا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

نجیب کی لاڈلی مدحت باپ کے بچھڑنے پر ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔ لمبا چوڑا عثمان ماں کے سینے میں سر چھپا کر بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔ رونے والوں میں ملیحہ بھی شامل تھی۔ شدت غم سے وہ بھی نڈھال ہوئی جارہی تھی' لیکن اس کی ماں دوسری اولادوں کی طرح اسے اپنے سینے سے چمٹا کر چپ نہ کروا رہی تھی۔ زینب کا بس چلتا تو وہ ملیحہ کو نجیب کا چہرہ تک نہ دیکھنے دیتیں اور یہ کام زینب سے پہلے آپا نے کرلیا تھا۔

"تم اپنا منحوس چہرہ لے کر دفع کیوں نہیں ہوجاتیں۔ میرا بھائی تمہاری وجہ سے اپنی جان سے گیا ہے۔" وہ ملیحہ پر دھاڑی تھیں۔

"میرے بابا کی موت کی ذمہ دار آپ ہیں پھوپھو! مجھے دوش مت دیں۔" غم کی شدت سے ملیحہ کے حواس بھی ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ وہ چلائی تو اس کی آواز آپا بی سے بھی زیادہ بلند تھی۔

"مکار حرافہ! پہلے میرے بیٹے کو اپنے عشق کے جال میں پھنسایا' پھر اسے۔" آپا بی کی بات سن کر ملیحہ مزید بپھری تھی۔

"مجھ پر بہتان مت لگائیں۔ آپ کی ان ہی الٹی سیدھی باتوں کی وجہ سے میری ماں مجھ سے بدگمان ہوگئی ہے۔ آپ اور آپ کے بیٹے کی وجہ سے ہماری فیملی برباد ہوگئی۔ میرے بابا کو آپ نے اتنا ا موشنل بلیک میل کیا کہ ان کے اعصاب جواب دے گئے' رہی سہی کسر آپ کے بیٹے نے پوری کردی۔ میں نے تو محض منگنی سے انکار کیا تھا نا' وہ بارات والے دن گھر سے بھاگ گیا۔ میرے بابا یہ صدمہ سہار ہی نہ سکے۔ میری چھوٹی بہن کی زندگی برباد کرنے میں آپ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ بہت ظالم ہیں۔ بہت ظالم ہیں آپ۔" ملیحہ چلا رہی تھی۔ زینب سے مزید برداشت نہ ہوا اور وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی دوسرے کمرے میں لے گئیں۔

"نجیب نے تم پر جتنی محبت اور شفقت لٹائی ہے۔ اس کا ہی لحاظ کرلو۔ خدا کے لیے میت کا گھر تماشا گاہ نہ بناؤ۔ رحم کرو ہمارے حال پر۔" انہوں نے ملیحہ کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"بی بی جان!" ملیحہ نے تڑپ کر انہیں دیکھا تھا۔

"میں تم سے کلام نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس گھر سے چلی جاؤ ملیحہ۔ میں دوبارہ تمہاری شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"بی بی جان آپ مجھے گھر سے نکال رہی ہیں۔" ملیحہ سسک پڑی تھی۔

"تمہیں عزت سے رخصت کرچکے ہیں ہم۔ پوری دھوم دھام سے' تمہارے حق سے کہیں زیادہ دے کر' نجیب نے تمہیں تمہارے منتخب کردہ شخص کے ساتھ تین دن پہلے خصت کردیا ہے۔ جاؤ ملیحہ اپنے گھر' اپنی محبت کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارو۔ اس گھر میں بسنے والے بے سائبان تو ہو ہی چکے ہیں ہمیں دنیا کے سامنے مزید رسوا کرنے پر تلی ہو۔"

زینب بولتے بولتے نڈھال ہوگئی تھیں۔ ملیحہ کچھ نہ بولی تھی۔ بس صدمے اور بے یقینی سے ماں کو دیکھتی رہی۔

"دنیا کے سامنے مدحت کی شادی میں تاخیر کا سبب نجیب کو ہونے والا ہارٹ اٹیک تھا۔ تم نے وہ بھرم بھی توڑ دیا۔ میری معصوم بچی پر رحم کھاؤ۔ تمہاری ہٹ دھرمی کی سزا مدحت کو بھگتنا پڑی تھی۔ جانے آگے بھی اس کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔ نجیب کے لبوں پر آخری وقت تک مدحت کا نام تھا۔ وہ مدحت کی فکر لیے دنیا سے رخصت ہوئے اور اس کا سبب تم ہو ملیحہ! تم ہماری زندگیوں سے دور چلی جاؤ۔ میں جیتے جی تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔" زینب نے کرب سے آنکھیں میچ لی تھیں۔ ملیحہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ماں کو دیکھتی رہی۔ پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی گھٹی گھٹی چیخیں روکتی تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔

اس نے ماں کے کہے کی لاج رکھ لی تھی۔ اس دن کے بعد اس نے دوبارہ نجیب ہاؤس کی دہلیز پار نہ کی۔

نجیب کے چہلم کے بعد آپا بی سادگی سے مدحت کو اویس کے سنگ رخصت کروا کے لے گئی تھیں۔

حالانکہ عثمان اس شادی پر راضی نہ تھا۔

"اس قصے کو یہیں ختم کردیں بی بی جان۔ مدحت ابھی بہت کم عمر ہے۔ اس کے سامنے پوری زندگی پڑی ہے۔ ہم مدحت کے لیے کوئی اچھا سا بندہ اور معقول سا گھرانہ ڈھونڈ لیں گے۔ بابا زندگی کی آخری سانسوں میں بے بسی کی انتہا پر تھے۔ ہمیں ان کے خدشات کی بنیاد پر مدحت کی زندگی کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔" عثمان ماں کو قائل کررہا تھا۔

زینب نے محبت سے بیٹے کو دیکھا' وہ کتنا ذمہ دار اور سمجھ دار ہوگیا تھا۔ لیکن مدحت کو بھائی کی بات سے اتفاق نہ تھا۔

"آپ بابا کے جن خدشات کا ذکر کررہے ہیں۔ وہ درست ثابت ہوں گے یا غلط' مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں' لیکن وہ الفاظ میرے بابا کی وصیت تھے۔ میری زندگی کا فیصلہ میرے بابا کرگئے ہیں۔ بھائی اور مجھے بابا کا کیا گیا ہر فیصلہ قبول ہے۔"

زینب نے بے ساختہ مدحت کی پیشانی چوم لی۔ دل میں کیسی ہوک سی بھی اٹھی تھی۔ کاش ان کی ملیحہ بھی باپ کے کہے کی لاج رکھ لیتی۔ پچھتاوے کی یہ لو شاید ہمیشہ ہی ان کے سینے میں گڑی رہتی بھی اگر شادی کے بعد مدحت خوش گوار ازدواجی زندگی بسر کرتی تو شاید زندگی کے کسی موڑ پر وہ ملیحہ کا قصور معاف کرہی دیتیں' لیکن مدحت کی زندگی میں آزمائش اور کٹھنائیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

اویس نے نجیب کے انتقال کے بعد احساس شرمندگی میں مبتلا ہوکر مدحت کو جیون ساتھی بنا تو لیا تھا' لیکن مدحت کو کبھی بھی توجہ اور محبت کے قابل نہ سمجھا۔ آپا بی جب تک حیات رہیں' بھتیجی کا خیال رکھنے کی اپنی سی کوشش کی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے گھر کی عنان اقتدار ان کی بیٹیوں کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ اویس سے پانچ برس چھوٹی فرحانہ جو شادی کے بعد سسرال والوں سے لڑ جھگڑ کر میکے آن بیٹھی تھی اور کچھ عرصے بعد اس کا میاں بھی اس کے پاس آگیا تھا۔ گھر کا ایک پورشن ان کے زیر تصرف تھا۔

فرحانہ سے چھوٹی نرگس بھی بہن کے نقش قدم پر چلی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا میاں بھی ارشد بھائی (بہنوئی) کی طرح اس کی محبت میں گرفتار ہوکر دوڑا چلا آئے گا۔ لیکن وہ ارشد کی طرح کاٹھ کا الو ثابت ہوا' اس نے نرگس کو طلاق دے کر دوسرا بیاہ رچالیا تھا۔

سب سے چھوٹی نوشابہ شادی کرنے پر تیار ہی نہ ہوتی تھی۔ مدحت کے گھر پر اس کی نندوں کا راج تھا۔ شوہر اس سے لاتعلق اور بے نیاز۔ گھر میں مدحت کی حیثیت کام کرنے والی ملازمہ کی ہی تھی۔ وہ کم عمر تھی۔ اپنے سے بڑی عمر کی نندوں کے رعب میں آسانی سے آجاتی۔ مغیث کی پیدائش کے وقت مدحت مرتے مرتے بچی تھی۔ کم عمری اور کمزوری۔ گائنا کولوجسٹ نے کیس لینے سے ہی انکار کردیا تھا۔ زینب' مدحت کو اپنے ہاں لے آئی تھیں۔ وہ اس کی حالت دیکھ کر روتی تھیں۔ عثمان بھی پیچ و تاب کھاتا تھا۔

"بچہ پیدا ہوجائے' پھر مدحت کو واپس نہیں بھیجیں گے۔ اگر وہ اپنا بچہ لے کر جانا چاہیں گے تو شوق سے لے جائیں۔"

لیکن جب مغیث کی پیدائش ہوئی تھی' بھانجے کی شکل دیکھ کر عثمان کے اپنے دل میں پیار بھرے جذبات امڈ آئے۔ وہ صرف اویس کا بچہ تھوڑی تھا' وہ مدحت کا بھی تو بیٹا تھا۔ مدحت تو آپریشن کے بعد کتنے دن تک ہلنے جلنے سے قاصر تھی۔ مغیث کو اس کی نانی اور ماموں نے ہی سنبھالا تھا' اسی لیے وہ ہمیشہ سے ننھیال کا لاڈلا ترین بچہ رہا۔

مدحت کی حالت سنبھلی تو فرحانہ اور اس کا میاں اسے لینے آگئے تھے۔ اسے جانا ہی تھا۔ چلی گئی' گھر میں اب بھی اس کی حیثیت وہی تھی بس مغیث کے بعد زندگی جینے کے قابل لگنے لگی تھی۔

وقت کچھ اور آگے سرکا تو زینب نے عثمان کی شادی کا ارادہ باندھا۔ نجیب کا کاروبار تو ان کے انتقال کے بعد ٹھپ ہوکر رہ گیا تھا۔ عثمان نے بہت محنت اور جدوجہد سے نئے سرے سے کام کا آغاز کیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

درمیان کا عرصہ بہت تنگی ترشی میں گزرا تھا' لیکن اب گھر کے مالی حالات پھر سے مستحکم ہونے لگے تھے۔ زینب نے بیٹے کے لیے لڑکی ڈھونڈنا شروع ہی کی تھی کہ اس نے ماں کو اپنی مرضی سے آگاہ کردیا۔ بیلا اس کے دوست کی بہن تھی۔ پہلی نگاہ میں ہی زینب کے دل کو بھی بھا گئی۔ وہ بہت ہنس مکھ اور ملنسار لڑکی تھی۔ نجیب ہاؤس کے سناٹے کو ختم کرنے کے لیے ایسی ہی لڑکی چاہیے تھی۔

زینب ہنسی خوشی بیلا کو عثمان کے سنگ رخصت کرا کر نجیب ہاؤس لے آئی تھیں' لیکن شادی میں مدحت کی نندوں کے تیور انہیں بہت اکھڑے اکھڑے لگے۔ انہوں نے خدشے سے دھڑکتے دل سے بیٹی سے اس بارے میں استفسار کیا تھا۔

"آپ کیوں فکر کرتی ہیں بی بی جان! اللہ کا شکر ہے' خیر' خیریت سے بھائی کی شادی نپٹی۔ دراصل فرحانہ باجی وغیرہ کی خواہش تھی کہ میں عثمان بھائی کو نوشابہ سے شادی پر راضی کروں' بلکہ شاید یہ نوشابہ کی اپنی بھی خواہش تھی' میں نے ان کی بات کو زیادہ سیریس لیا ہی نہیں۔ بس اس لیے سب کے موڈ آف تھے۔" مدحت نے آرام سے بتایا تھا۔

"تو نے پہلے کیوں نہ بتایا مدحت۔" زینب کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ جانے مدحت کی آزمائشیں کب ختم ہونا تھیں۔ سسرال میں اب اس کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا تھا۔ وہ بخوبی واقف تھیں۔

"کیا ہوگیا ہے بی بی جان! کیا ہم اپنی مرضی سے اپنی زندگی جی ہی نہیں سکتے۔ پھوپھو کی فیملی نے ساری زندگی ہماری زندگیوں پر حق جتانے اور انہیں خراب کرنے کے سوا کیا ہی کیا ہے۔ یہ خود غرضی ہے کہ اس بار میں نے بہادری دکھائی' ان لوگوں کے دباؤ کو قبول نہیں کیا۔ بیلا بھابھی بہت اچھی ہیں۔ اللہ میرے بھائی' بھابھی کو ڈھیروں خوشیاں دکھائے۔" مدحت اپنے کیے پر مطمئن تھی۔ زینب نم آنکھوں سے بیٹی کو دیکھ کر رہ گئیں۔

بیلا واقعی بہت اچھی تھی۔ اس کے دم سے نجیب ہاؤس کے در و دیوار پھر سے مسکرانے لگے تھے۔ اللہ نے بیلا کو یکے بعد دیگرے دو بیٹیوں سے نوازا تھا۔ سویرا اور اس سے دو برس چھوٹی ماہا۔ بی بی جان کو اپنی نٹ کھٹ اور شرارتی سی پوتیاں دل و جان سے عزیز تھیں' لیکن ہر ماں کی طرح ان کی بھی فطری خواہش تھی کہ اللہ ان کے عثمان کو ایک بیٹا بھی عطا کرے' یہ بیلا کی اپنی بھی خواہش تھی' لیکن اس بے ضرر سی خواہش کا کیسا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔

بچے کی پیدائش کے وقت طبی پیچیدگی کے باعث بیلا زندگی کی بازی ہار گئی۔ بچہ بھی جانبر نہ ہوسکا تھا۔ سویرا آٹھ برس کی اور ماہا فقط چھ برس کی تھی۔ بی بی جان نے پوتیوں کو اپنی مہربان آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔

بچیاں کم عمر تھیں' انہیں یہ بڑا صدمہ بھلانے میں زیادہ عرصہ نہ لگا تھا۔ لیکن عثمان بکھر کر رہ گیا تھا۔ اسے دوبارہ سے زندگی کی طرف لانے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ دوسری شادی۔۔۔ لیکن وہ شادی کا نام سننے پر تیار نہ ہوتا تھا۔ بی بی جان نے ہار نہ مانی تھی۔ وہ بیٹے کو منانے کی کوشش میں لگی رہیں۔

"میرا دل نہیں مانتا بی بی جان! پھر کیا گارنٹی ہے کہ سوتیلی ماں میری بچیوں کو اپنا لے گی' سچ تو یہ ہے بیلا کے بعد۔۔۔" عثمان اپنی ہی رو میں بولے جارہا تھا' لیکن پھر اس کی نگاہ ماں کے چہرے پر پڑی۔ اسے احساس ہوگیا کہ وہ کیسی سنگین غلطی کا مرتکب ہوگیا ہے۔

"آئی ایم سوری بی بی جان' آئی ایم رئیلی ویری سوری۔" اس نے بے ساختہ ماں کے ہاتھ تھام لیے۔

"معذرت کی کیا بات ہے بیٹا! سچ تو یہی ہے نا کہ میں بھی تمہاری سوتیلی ماں ہوں۔" زینب نے بیٹے کو جذباتی انداز میں گھیرا تھا اور وہ اس کوشش میں کامیاب بھی رہیں۔ عثمان نے تڑپ کر انہیں دیکھا تھا۔

"آپ جیسی ماں تو دنیا میں کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔"

"تو پھر ماں کی بات مان لو بیٹا۔ تمہاری یہ اجڑی ہوئی حالت دیکھ کر تمہاری ماں کا دل کیسے کٹتا ہے تمہیں اس کا اندازہ ہی نہیں۔ ابھی تمہارے آگے ساری زندگی پڑی ہے۔ جذبات کو ایک طرف رکھو اور حقیقت پسند بن کر سوچو جیسے برسوں پہلے تمہارے بابا نے سوچا تھا۔ اگر وہ بھی روحی کی یاد کو سینے سے لگا کر رکھتے تو زندگی آگے کیسے چلتی۔ گھر بسالو میری جان۔ تمہارے دل کو آہستہ آہستہ قرار مل ہی جائے گا۔" انہوں نے محبت بھرے لہجے میں منت کی تھی۔

"ٹھیک ہے بی بی جان! آپ کوشش کرکے دیکھ لیں' ویسے دو بچیوں کے باپ کو کون رشتہ دے گا۔" عثمان ذرا مسکرایا تھا۔

"جو تمہارے نصیب میں ہوگی مل کر رہے گی۔" انہوں نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔ اس وقت دونوں ماں' بیٹے کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ نصیبوں کے اس کھیل میں نوشابہ کو عثمان کی شریک حیات بننے کا اعزاز حاصل ہونے والا ہے۔

نوشابہ جو بی بی جان کو قطعی نہ بھاتی تھی اور عثمان نے بھی اپنی پھوپھی زاد کو کبھی بھی اس نظر سے نہ دیکھا تھا۔ مگر نوشابہ جانے کب سے عثمان کے خاموش عشق میں مبتلا تھی۔ ان کی بہنوں نے پہلے بھی مدحت پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ میکے میں عثمان اور نوشابہ کے رشتے کی بات کرے' لیکن تب مدحت نے ان کا دباؤ قبول نہ کیا تھا۔ مدحت کا یہ قصور اب تک معاف نہ ہوسکا تھا اور اب بیلا کے انتقال کے بعد فرحانہ نے بی بی جان سے مل کر خود ہی عثمان کے لیے نوشابہ کا رشتہ پیش کردیا۔

"نوشابہ ہماری چھوٹی اور لاڈلی بہن ہے۔ مانا اس کی عمر کچھ زیادہ ہوگئی ہے' لیکن عثمان سے کہیں اچھا رشتہ اسے اب بھی مل سکتا ہے' لیکن عثمان کو اس وقت جذباتی سہارے کی ضرورت ہے۔ اگر اپنے ہی اپنوں کا خیال نہ کریں تو پھر اپنوں کا کیا فائدہ۔۔۔" فرحانہ بول رہی تھی اور بی بی جان کو برسوں پہلے کا منظر یاد آرہا تھا۔ جب آپا نے ملیحہ کا رشتہ مانگا تھا۔ وہی انداز' وہی لہجہ اس وقت فرحانہ کا تھا۔ ان کے لبوں پر زخم خوردہ سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "میں عثمان سے پوچھ کر تمہیں فیصلے سے آگاہ کردوں گی۔" انہوں نے فرحانہ کو رسانیت سے جواب دیا تھا۔

مدحت کا بھی ماں کے پاس فون آگیا تھا۔

"نوشابہ کے مجبور کرنے پر فرحانہ باجی کو آپ کے پاس آنا پڑا ہے بی بی جان۔ وہ عثمان بھائی کے عشق میں کب سے گرفتار ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے اسی کی بدنظر بیلا بھابھی کو کھا گئی۔ اب نوشابہ کو دوسری بار موقع ملا ہے کہ وہ عثمان بھائی کی زندگی میں شامل ہوجائے اور وہ اس موقع کو کسی طور ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ اسی نے فرحانہ باجی اور نرگس باجی۔۔۔"

"تم کیا کہتی ہو' ہم انہیں انکار کردیں؟" بی بی جان نے بیٹی کی بات کاٹتے ہوئے استفسار کیا۔ مدحت ایک لمحے کو سوچ میں پڑ گئی تھی۔

"میں کیا بتاؤں بی بی جان! ویسے تو نوشابہ میں کوئی کمی نہیں۔ خوب صورت ہے' تعلیم یافتہ ہے اور عثمان بھائی سے محبت بھی کرتی ہے۔ مزاج تیکھا ہے' لیکن ہم کسی اور لڑکی کو دیکھ کر یہ اندازہ تھوڑی لگا سکیں گے کہ اس کا مزاج کیسا ہے۔ اگر کوئی اور اچھا سا رشتہ مل سکے تو ٹھیک ورنہ یہ آپشن بھی ذہن میں رکھیں۔ عثمان بھائی کو دو بچیوں کے ساتھ آئیڈیل رشتہ ملنا مشکل ہی ہوگا۔" مدحت نے حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا تھا۔

اور جب عثمان کو اس پروپوزل کا پتا لگا تھا تو خلاف توقع اس نے اپنی رضامندی دے دی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ایک شرط بھی عائد کردی۔

"مدحت نے آپ لوگوں کی بہت چاکری کرلی ہے۔ اگر اویس اسے اور بچوں کو لے کر الگ گھر میں شفٹ ہوجائے تو میں نوشابہ سے شادی پر تیار ہوں۔" اس نے لگی لپٹی رکھے' بنا فرحانہ کو مخاطب کیا۔

"اپنی شرطیں اپنے پاس رکھو۔ ہم مرے نہیں جارہے نوشابہ اور تمہاری شادی کے لیے۔" وہ تلملاتی ہوئی واپس لوٹی تھیں' لیکن ان کی لاڈلی بہن عثمان کے لیے مری ہی جارہی تھی۔

"عثمان کا مطالبہ ناقابل عمل تو نہیں۔ کرائے داروں سے دوسرا گھر خالی کروا کر اویس بھائی فیملی سمیت وہاں شفٹ ہوجاتے ہیں۔ اس میں مسئلہ ہی کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔"

"مسئلہ عثمان کی سوچ کا ہے۔ وہ یہ رشتہ سراسر اس لیے کر رہا ہے کہ وہ اپنا پاؤں ہمارے اوپر رکھ سکے۔ وہ مدحت سے کی جانے والی زیادتیوں کا بدلہ تم سے لے گا بے وقوف لڑکی۔" فرحانہ اور نرگس چھوٹی بہن کو سمجھانا چاہ رہی تھیں۔ لیکن وہ کوئی بات سمجھنے کے موڈ میں ہی نہ تھی۔

"فرحانہ باجی میں پہلے ہی اوور ایج ہو چکی ہوں۔ سال چھ مہینے میں ایک' آدھ اونگا بونگا رشتہ آتا ہے۔ اب اگر میرے من پسند بندے کے ساتھ میرا گھر بس رہا ہے تو بسنے دیں۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ آپ اویس بھائی سے کہیں کہ وہ عثمان کی شرط مان لیں۔" نوشابہ اپنی ضد پر اڑ گئی تھی' بلکہ اس نے شرم' جھجک بالائے طاق رکھتے ہوئے خود ہی اویس سے یہ بات کروالی تھی۔

"آپ نے ملیحہ کو چاہا۔ وہ آپ کو نہ مل سکی' بھائی اور نہ ملنے کا کرب کیا ہوتا ہے' یہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ قدرت نے مجھے عثمان کی زندگی میں شامل ہونے کا موقع دیا ہے اور میں یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ آپ فرحانہ باجی اور نرگس باجی کی باتوں کا اثر مت لیں اور عثمان کی بی بی جان کو ہاں کہلوا دیں۔"

"لیکن نوشابہ۔" اویس نے بھی بہن کو کچھ سمجھانا چاہا تھا۔

"کوئی لیکن ویکن نہیں بھائی اور ہاں آپ مدحت سے اپنا لاتعلقی بھرا بے گانہ رویہ بہتر بنالیں۔ وہ آپ کے بچوں کی ماں ہے' اسے اس کا جائز مقام دیں' ورنہ آپ کے کیے کی سزا مجھے بھگتنا پڑے گی۔" نوشابہ بہت آگے کی سوچ رہی تھی۔ آخر اس کی ضد رنگ لے ہی آئی۔

عثمان نے اپنی بہن کے حالات میں بہتری لانے کے لیے جو کھیلا تھا اور وہ آج تک یہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کہ یہ جوا کامیاب ہوا یا ناکام۔ مدحت کو نندوں کے تسلط سے آزادی مل گئی تھی۔ اویس کے سرد رویے کی تو خیر وہ عادی ہو ہی گئی تھی' لیکن بچے بڑے ہونے کے بعد گھر میں اس کی حیثیت بہت مضبوط اور مستحکم تھی۔ بچے' ماں پر جان چھڑکتے تھے اور وہ اپنے بچوں کے ساتھ بہت مطمئن اور مسرور زندگی گزار رہی تھی۔ مگر نوشابہ سے شادی کے بعد عثمان کو اپنی بیٹیوں کی دوری سہنی پڑی تھی۔ صرف بیوی کی حیثیت سے دیکھا جاتا تو نوشابہ ایک اچھی بیوی ثابت ہوئی تھی' وہ واقعی عثمان سے بہت محبت کرتی تھی۔ اپنی بہنوں کے برعکس وہ بہت خدمت گزار قسم کی بیوی تھی۔ عثمان کا ہر طرح سے خیال رکھتی' بلکہ اس پر جان چھڑکتی تھی۔ لیکن اس نے سویرا اور ماہا کی سگی ماں جیسا بننا تو درکنار سوتیلی ماں بننا بھی گوارا نہ کیا تھا۔ اسے عثمان کی بچیوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ شادی کے بعد بھی بچیاں بی بی جان کی ہی ذمہ داری تھیں اور اس ذمہ داری میں ان کا ہاتھ بٹانے کو رحمت بوا موجود تھیں۔ رحمت بوا جو کئی برسوں سے گھر میں کام کاج کے لیے آرہی تھیں' لیکن انہیں ملازمہ کے بجائے گھر کے فرد کی حیثیت ہی حاصل تھی۔ نوشابہ کی طرح سویرا اور ماہا کو بھی ان سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ان پر شفقت لٹانے کو بی بی جان اور لاڈ اٹھانے کو ڈیڈی کافی تھے' لیکن مسئلہ جب ہوا جب کاروبار کی وجہ سے عثمان کو قریبی شہر شفٹ ہونا پڑا۔

عثمان کے بہت قریبی دوست کی لیدر مصنوعات کی چلتی ہوئی فیکٹری تھی کچھ خاندانی مجبوریوں کی وجہ سے وہ بزنس وائنڈ اپ کر کے ملک سے باہر سیٹل ہو رہا تھا۔ عثمان نے کل جمع پونجی اکٹھی کر کے وہ فیکٹری خریدنے کا رسک لیا تھا۔ تجربہ کامیاب ٹھہرا۔ فیکٹری عثمان کے پرانے کاروبار کی نسبت زیادہ منافع بخش تھی۔ اس لحاظ سے نوشابہ اس کے لیے بھاگوان ثابت ہوئی تھی۔ کچھ ہی عرصے بعد اسی شہر میں عثمان نے مناسب سا گھر بھی خرید لیا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ سب گھر والے اس کے ساتھ وہاں رہنے لگیں' لیکن گھر والوں کو اس کی "گھر دالی" کے مزاج کا اندازہ تھا سو کوئی بھی وہاں جانے پر تیار نہ ہوا۔ نہ بی بی جان اور نہ ہی ماہا' سویرا۔

"میں اس گھر کو چھوڑ کر نہیں جاسکتی عثمان! اس کے چپے چپے پر میری یادیں نقش ہیں۔" بی بی جان کا لہجہ دھیما' مگر قطعی تھا۔

"آپ یہاں اکیلی کیسی رہیں گی؟" وہ جانتا تھا کہ ماں کو منانا بہت مشکل ہے' لیکن انہیں چھوڑ کر جانا بھی تو ناممکن تھا۔

"میں اکیلی کیوں رہنے لگی۔ میری پوتیاں ہیں میرے پاس۔ پھر رحمت بھی تو ہوتی ہے۔" عثمان خاموشی سے ماں کو دیکھے گیا' پھر گہری سانس اندر کھینچی تھی۔

"میں جانتا ہوں۔ آپ کیوں نہیں جانا چاہ رہیں' لیکن آپ خود سوچیں' میں آپ کے اور بچیوں کے بغیر کیسے رہ پاؤں گا۔"

"خدا خیر رکھے عثمان تم کون سا پردیس جا رہے ہو۔ دو بھائی' تین گھنٹے کی مسافت ہے۔ دس' پندرہ دن بعد چکر لگا لیا کرنا۔ ہم بھی آتے جاتے رہیں گے۔" انہوں نے بیٹے کو تسلی دی۔

اور پھر زندگی اسی ڈگر پر چل پڑی۔ ہر ویک اینڈ پر عثمان بچیوں اور ماں سے ملنے آتا تھا۔ شروع شروع میں نوشابہ بھی اس کے ساتھ ہوتی تھی' لیکن جب وہ نئے گھر سے مانوس ہو گئی تو اس نے ہمت سے کام لیتے ہوئے اکیلے رہنے کے خوف پر غلبہ پالیا۔ ہر پانچ' چھ دن بعد عثمان کے آبائی گھر حاضری دینا اس کے لیے نری دردِ سری ہی تھی' وہ اپنے گھر رہنے کو ہی ترجیح دیتی تھی۔ اسکول' کالج کی چھٹیوں میں ڈیڈی کے بے پناہ اصرار پر سویرا اور ماہا کو ان کے ہاں جا کر رہنا پڑتا تھا' لیکن یہ عرصہ فریقین کے ضبط کا امتحان ہوتا تھا۔ سویرا اور ماہا کو ڈیڈی پر حق جتاتی نوشابہ آنٹی زہر لگتی تھیں۔ تو نوشابہ آنٹی کو بھی ڈیڈی سے لاڈ اٹھواتی بچیاں زہر سے بدتر لگتی تھیں۔ لیکن عثمان کی محبت اور لحاظ میں فریقین اپنی اپنی ناپسندیدگیاں دل میں رکھنے پر مجبور تھے۔ ہاں گھر واپس جا کر ماہا اور سویرا اپنے دل کی بھڑاس ضرور نکالتی تھیں۔ بی بی جان کے سامنے ہرگز نہیں۔ کہ وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ زیادہ جلالی ہوتی جا رہی تھیں۔ بچپن کے لاڈ پیار تو قصہ پارینہ بن گئے تھے۔)

گھر میں سویرا اور ماہا کے دل کا حال سننے کو ایک بہت اچھی خاموش سامع موجود تھی۔ ہنیہ آپی' جو بہت تحمل سے سویرا اور ماہا کو سنتی تھیں' پھر مسکراتے ہوئے کوئی ہلکی پھلکی سی نصیحت کر ڈالتیں۔ سویرا اور ماہا اپنی ہنیہ آپی کو بہت آئیڈلائز کرتی تھیں اور وہ تھی ہی اس قابل کہ اسے چاہا اور سراہا جائے۔ بلا کی حسین' ذہین' کم گو اور نرم خو ہنیہ۔ جب شہر کے بہترین میڈیکل کالج میں اس کا ایڈمیشن ہوا تو ایک عرصے تک سویرا اور ماہا اپنی سہیلیوں میں یوں' اتراتے پھریں جیسے یہ کارنامہ انہوں نے ہی سرانجام دیا ہو اور جب ڈیڈی نے اس خوشی میں ایک تقریب منعقد کی تو نوشابہ آنٹی کے سڑے بسے سے چہرے پر جلے بھنے تاثرات دیکھ کر انہیں خوب ہی لطف آیا تھا۔

ہنیہ عاشر جسے نجیب ہاؤس آئے اک عرصہ بیت گیا تھا۔ ملیحہ نے مرنے کے بعد اپنی جیتی جاگتی نشانی ماں کے پاس بھیج دی تھی۔ ملیحہ شادی کے کچھ عرصے بعد ہی عاشر کے ساتھ بیرون ملک شفٹ ہو گئی تھی۔

نجیب کے انتقال کے چند بعد جب عثمان کی جذباتی حالت میں سدھار آیا تو اس نے ماں کو بتائے بغیر بہن سے ملنے کی کوشش کی۔ تب پتا چلا کہ عاشر کی خالہ زاد بہن جو شارجہ میں مقیم ہے اس نے وہاں عاشر کو بلوا لیا ہے۔ ملیحہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ وہ تینوں بہن بھائی محبت کے ایسے اٹوٹ بندھن میں بندھے تھے کہ دل میں ایک دوسرے کے لیے کوئی بدگمانی یا غلط فہمی ٹکتی ہی نہ تھی۔ ملیحہ کا جو جرم بی بی جان کی نظر میں ناقابل معافی تھا' وہ مدحت اور عثمان کی نظر میں جرم تھا ہی نہیں۔ وہ عاشر کو چاہتی تھی۔ ماں' باپ نے اس سے بنا پوچھے اس کا رشتہ طے کر دیا اور اس نے رشتہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی چھوٹی سی غلطی جرم بن گئی۔

سب سے زیادہ قصور آپا بی کا تھا' لیکن حالات نے کچھ ایسے پلٹے کھائے کہ ملیحہ ماں کی نگاہوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معتوب ٹھہری' لیکن عثمان یہ بھی جانتا تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ بی بی جان بظاہر ملیحہ نامی ورق زندگی سے پھاڑ چکی ہیں۔ ان کے لبوں پر بھولے سے بھی بیٹی کا نام نہ آیا' لیکن وہ ساری ساری رات اسی بیٹی کو یاد کر کے روتی بھی ہیں۔ مرنے والے پر صبر آجاتا ہے۔ بچھڑنے والے پر نہیں۔ کتنا عرصہ چپکے چپکے وہ اسی ناخلف بیٹی کے لیے تڑپی تھیں۔

اور پھر ایک دن عاشر کی خالہ زاد بہن ایک بہت پیاری گھبرائی' بوکھلائی سی لڑکی کا ہاتھ تھامے نجیب ہاؤس پہنچی تھیں۔

"یہ ہنیہ ہے عاشر اور ملیحہ کی بیٹی۔" انہوں نے بتایا تھا۔ وہ نہ بھی بتاتیں تو بی بی جان ملیحہ کی نشانی کو پہچان چکی تھیں۔ وہ ہو بہو سوان کی ملیحہ کا عکس تھی۔

"ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں عاشر اور ملیحہ کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔" دھیمے سے افسردہ لہجے میں کی جانے والی بات بی بی جان کے وجود کے پرخچے اڑا گئی تھی۔ پتا نہیں عاشر کی بہن آگے کیا کہہ رہی تھی۔ وہ غش کھا گئی تھیں۔

"پتا نہیں آپ لوگوں کے آپس میں کیا اختلافات ہوئے کہ ملیحہ یہاں مڑ کر نہ آئی۔ بہرحال اس بارے میں نہ ہم نے کریدا' نہ اس نے بتایا' میں جانتی ہوں کہ عاشر کے سنگ وہ بہت خوش تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں میں مستقل اداسی نے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔" عاشر کی بہن' عثمان سے مخاطب تھیں۔

"ایکسیڈنٹ اتنا شدید تھا کہ دونوں میاں' بیوی موقع پر جاں بحق ہوگئے۔ ہنیہ گھر پر ہی تھی۔ قدرت کو بچی کی زندگی مقصود تھی۔ ورنہ عاشر اور ملیحہ بیٹی کو ہر پل ساتھ رکھتے تھے۔ اکلوتی بیٹی میں جان تھی دونوں کی۔ ہمارے پاس آپ لوگوں کا رابطہ نمبر نہیں تھا۔ ویسے تو اس وقت اطلاع دینے کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ چند گھنٹوں میں ہی تدفین کردی گئی تھی۔"

"آپ کی بہت مہربانی' آپ نے ہماری بیٹی کو ہم تک پہنچا دیا۔" عثمان ممنون ہو رہے تھے۔

"عاشر میرا خالہ زاد بھائی تھا' لیکن مجھے بھائیوں کی طرح ہی عزیز تھا۔ اس کی بچی بھی مجھے کم عزیز نہیں'

لیکن میری اپنی زندگی کا بھروسا نہیں۔ پچھلے دو سال سے میں ڈایالیسز پر ہوں۔ میرے تین بیٹے ہیں لیکن تینوں شادی شدہ اور بال بچوں والے۔ ہنیہ کے بہتر مستقبل کی خاطر میں نے یہی سوچا کہ اس کو اس کے اپنے وطن اور اپنوں کے پاس لے جاؤں۔ اگر میں تندرست ہوتی شاید میرے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان نہ ہوتا۔" صوفیہ بیگم آبدیدہ ہوگئی تھیں۔

غم سے نڈھال مدحت بھی بھانجی سے ملنے فوراً پہنچی تھیں۔ مغیث ان کے ہمراہ تھا۔ پہلی نگاہ میں ہی مغیث کو وہ چپ چپ سی لڑکی بہت اچھی لگی تھی اور عمر بڑھنے کے ساتھ شعور بڑھا تو پتا چلا کہ یہ پسندیدگی تو جانے کب محبت میں ڈھل چکی ہے۔ ہنیہ کو ننھیال میں خالہ' ماموں اور ان کے بچوں کی بے لوث محبت حاصل تھی' لیکن نجیب ہاؤس میں اس کی ذات کا سب سے مستند حوالہ' ان کی سگی نانی جنہیں دوسروں کی دیکھا دیکھی وہ بھی بی بی جان کہنے لگی تھی۔ ان کا اس کے ساتھ عجیب گریز بھرا رویہ تھا۔ حالانکہ روٹھی بیٹی کی حادثاتی موت نے انہیں بہت عرصے تک بری طرح نڈھال کیے رکھا تھا۔ ان کی آنکھیں ہروقت متورم رہتیں' لیکن ہنیہ نے ان کی زبان سے کبھی اپنی ماں کے متعلق ایک لفظ نہ سنا تھا۔

اسے حسرت ہی رہی کہ ماں کی جھلک دیتی نانی اسے اپنے سینے سے بھینچ کر پیار کرے۔ وہ آنسو جو وہ اپنی بیٹی کے لیے دنیا سے چھپ کر بہاتی تھی۔ وہ آنسو نانی نواسی مل کر بہالیں' لیکن بی بی جان کے سرد سے رویے سے ہنیہ اپنے خول میں مزید سمٹ گئی تھی۔ وہ جھجک جو دونوں کے مابین روز اول سے قائم تھی بہت عرصہ گزرنے کے بعد بھی وہ اسی طرح برقرار تھی۔

ہنیہ اس رویے سے چاہے دل میں ہرٹ ہوتی ہو لیکن وہ اظہار نہ کرتی تھی۔ وہ ان کے سرد سپاٹ رویے کی عادی ہوچکی تھی۔ اگرچہ بی بی جان ماہا اور سویرا کے لیے بھی سخت گیر دادی جان تھیں' لیکن وہ سختی تھی سرد مہری نہیں۔

کبھی کبھار ماہا کی بے تکی اور احمقانہ سی بات پر ان

کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ جاتی' تو ماہا بی بی جان کی ہنسی سے شہ پاکر وہ خود بھی ہنستے ہوئے ان سے لپٹ جاتی' ایسے میں ہنیہ کی آنکھوں میں عجیب سی حسرت اتر آتی' لیکن نانی کی طرح اسے بھی جذبات چھپانے میں ملکہ حاصل تھا' سو کوئی اس کے دل کا حال نہ پاتا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج کل بی بی جان کی توجہ کا مرکز سویرا تھی۔ ان کے حساب سے سویرا کی شادی کی عمر ہوچکی تھی۔ وہ شدو مد سے اس کے لیے رشتہ تلاش کر رہی تھیں۔ سویرا کا تھوڑا بڑھتا وزن اس کے اچھے سے رشتے کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو رہا تھا۔ وہ بہت موٹی نہیں تھی' لیکن لڑکے والوں کو جتنی سلم اور اسمارٹ لڑکی درکار ہوتی تھی سویرا اس معیار پر پورا نہ اترتی تھی۔ رحمت بوا نے ایک رشتے کروانے والی ڈھونڈی تھی۔ وہ ہر دس پندرہ دن میں ایک رشتہ لے کر آجاتی۔ بی بی جان مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے خاطر خواہ اہتمام کرواتیں اور مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد سویرا بہت فرصت سے بیٹھ کر اپنی خاطر تواضع کرتی۔ ماہا اس کے سامنے سے پلیٹیں اٹھاتی رہ جاتی۔

"کیا ہے ماہا! سارا دن کچن میں رحمت بوا کے ساتھ لگی رہی ہوں۔ سخت تھک گئی ہوں۔ اتنی بھوک لگی ہے۔" سویرا ایک اور چکن رول اپنی پلیٹ میں ڈالتی۔

"اگر اسی رفتار سے تمہارے رشتے آتے رہے تو تمہارا ویٹ کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا۔" ماہا زبردستی چکن رول کی پلیٹ اس کے ہاتھ سے کھینچتی' سویرا منہ بنا کر رہ جاتی۔

پڑوس میں ایک نئی فیملی آکر آباد ہوئی تھی۔ بی بی جان نئے لوگوں سے تعلقات بنانے کی قائل نہ تھیں۔ گھر میں کسی مرد کی غیر موجودگی کے باعث بی بی جان لوگوں سے ملنے ملانے میں بہت محتاط طرز عمل اپناتی تھیں۔ لیکن پڑوس میں آکر بسنے والی اس نئی فیملی میں بہت پیارے پیارے ڈھیر سارے بچے تھے۔ سویرا کو بچے بہت اچھے لگتے تھے۔ اس کا بس نہ چلتا کہ

بچوں کو اکٹھا کر کے اپنے گھر لے آئے یا خود ان کے پاس چلی جائے۔

"ویسے سمجھ میں نہیں آتا اتنے ڈھیر سارے بچے ہیں کس کے۔ گھر میں ایک بوڑھے سے انکل ہیں وہ تو یقیناً" بچوں کے دادا ہوں گے۔ ایک پیاری سی اسمارٹ خاتون ہیں۔ ان کے تھوڑے موٹے سے شوہر ہیں اور تو اس گھر میں سے بچوں کی فوج کے علاوہ مجھے کوئی نکلتا دکھائی نہیں دیتا۔" ماہا نے سویرا کو مخاطب کیا۔

"نہیں کل شام کو جب میں اور ہنیہ آپی واک کر کے آرہے تھے۔ ایک بندہ بائیک باہر نکال رہا تھا۔ بہت گپلو گپلو ڈیشنگ سا بندہ تھا۔ پیچھے سے ایک بچہ چاچو' چاچو کہتا اس کے پیچھے باہر آیا تھا۔" سویرا کے کہنے پر ماہا نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"توبہ ہے سویرا۔ کیسی باتیں کرتی ہو تم۔ گپلو گپلو ڈیشنگ سا بندہ۔" ماہا نے اس کے لہجے کی نقل اتاری تھی۔

"جس طرح ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ اسی طرح ایک شخص میں دو خصوصیات بیک وقت اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ وہ یا تو گپلو گپلو ہوگا یا ڈیشنگ ہوگا۔" ماہا نے سویرا کا مذاق اڑایا تھا۔

"اچھا بھئی۔ جیسا بھی تھا' مجھے تو اچھا لگا۔ خصوصاً" جب اس نے اپنے بھتیجے کو گود میں اٹھا کر چٹاچٹ اس کے گال چومے تو۔"

"تو تمہارا دل کیا کہ اس کے بھتیجے کو جھپٹ کر تم اس کے چٹاچٹ گال چوم لو۔" ماہا نے ہنستے ہوئے اس کی بات مکمل کی۔

"کس کے؟" سویرا نے غرا کر پوچھا۔ اس کی موٹی عقل میں فوراً" بات نہ سمائی تھی اور ماہا نے جب اسے گھور کر دیکھا تو اسے اپنی بات کی نامعقولیت کا خود ہی احساس ہوگیا تھا۔

اور اگلے دن ان بچوں کی والدہ محترمہ ایک بچی کو گود میں اٹھائے اور دو بچوں کو ساتھ لیے نجیب ہاؤس پہنچی تھیں۔ نئے گھر منتقل ہونے کے بعد وہ خیر و برکت کے لیے گھر میں قرآن خوانی کروا رہی تھیں اور اس میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

شرکت کا بلاوا دینے آئی تھیں۔

سویرا کی تو دلی مراد بر آئی تھی۔ جب سب ابتدائی تعارف میں مگن تھے تو اس نے پہلے ایک بچے کو پاس بلا کر گود میں بٹھایا۔ چار منٹ بعد دوسرے کو پھر آخر ماں سے اس کی گود والی بچی بھی مانگ لی۔

"یہ تو تین بچے ہیں۔ باقی تین بچے وہ کس کے ہیں آپی۔" جب محفل میں بے تکلفی کا رنگ جما تو ماہا نے دل میں کلبلاتا سوال پوچھ ڈالا۔ عائشہ شرمندہ سی ہو گئی تھیں۔

"میرے ہی ہیں۔ ماشاء اللہ چھ بچے ہیں میرے۔"

"ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ بہت خوشی ہوئی سن کر۔ ورنہ آج کل تو لوگ بچے دو ہی اچھے والے محاورے پر یقین رکھتے ہیں۔ مجھے تو سخت اختلاف ہے اس منطق سے۔" بی بی جان نے عائشہ کے چہرے پر چھائی خجالت مٹانے کو یہ بات کی تھی۔

"ہم بھی اسی محاورے پر یقین رکھتے تھے آنٹی۔" عائشہ کو ہنسی آگئی تھی۔ ریان اور عالیان بچے دو ہی اچھے والے فارمولے کا نتیجہ تھے۔ سفیان اور ثوبان بس ایسے ہی اچانک اچانک تشریف لے آئے۔ پھر میرے میاں' سسر اور دیور کی خواہش تھی کہ ان بھائیوں کی کم از کم ایک بہن تو ضرور ہونی چاہیے۔ بیٹی کے بنا گھر بالکل ادھورا ہے۔ بس اللہ نے دو رحمتیں اکٹھی بھیج دیں۔ شائلہ یہ رہی اور عائلہ گھر میں سو رہی ہے۔" ہنس مکھ سی عائشہ نے اپنے چھ بچوں کی تفصیلات سے آگاہ کیا تھا۔

ماہا' سویرا کے ساتھ بی بی جان کو بھی یہ ملنسار سی لڑکی بہت اچھی لگی تھی۔ اسے زبردست سی چائے پلا کر قرآن خوانی میں شرکت کا وعدہ کیا گیا تھا اور پھر دونوں گھرانوں میں آنا جانا شروع ہو گیا تھا۔ یہ آنا جانا' یہ رنگ لایا کہ دو ماہ بعد عائشہ سویرا کے لیے اپنے "گیلو گیلو ڈیشنگ" سے دیور کا رشتہ لے آئیں۔ احمر کو دیکھ کر اور اس سے مل کر ماہا کو سویرا کی بات ماننا پڑی تھی۔ واقعی کوئی شخص بڑھے وزن کے باوجود ڈیشنگ لگ سکتا تھا۔ عثمان نے ہر طرح کی چھان بین اور جانچ پڑتال کے بعد بی بی جان کو احمر کے متعلق اوکے رپورٹ دی تھی۔ بی بی جان کو تو پہلے ہی یہ فیملی بہت شریف' ملنسار اور خوش اخلاق لگی تھی۔ انہوں نے استخارہ کرنے کے بعد ان لوگوں کو ہاں کہلوا دی تھی۔

سویرا کے سسرال والوں کی خواہش پر منگنی کی رسم بھی منعقد کی گئی۔ طویل عرصے بعد نجیب ہاؤس میں ایسی خوشیوں بھری شام اتری تھی۔ مدحت اپنے تینوں بچوں سمیت ایک روز قبل پہنچ چکی تھیں۔ عثمان اور نوشابہ تین' چار دن پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ یہ ایک چھوٹے پیمانے پر منعقد کیا گیا فیملی فنکشن تھا۔ لیکن ندا' طلو' اور ماہا نے خوب ہی رونق لگائی۔ عائشہ کے چھ عدد پیارے پیارے بچے تقریب میں سب کی نگاہوں کا مرکز تھے۔

عائشہ کی ٹوئنز بیٹیوں میں ایک ہنیہ کی گود میں تھی۔ دوسری رحمت بوا کے پاس تھی۔ انہیں بی بی جان نے کسی کام سے پکارا تھا۔

"مغیث بیٹا ذرا ایک منٹ کو ثائلہ کو پکڑنا۔ میں ابھی آئی۔" رحمت بوا کو مغیث ہی فارغ نظر آیا سو اس کی گود میں بچی منتقل کرتی بی بی جان کی بات سنے بنا لپکیں۔

مغیث بچی کو کندھے سے لگائے ہنیہ کے پاس آن کھڑا ہوا۔ سفید لباس میں وہ اسے آسمان سے اتری حور لگ رہی تھی۔

"سویرا کی جیٹھانی مزے سے فوٹو سیشن کروا رہی ہیں اور بچے سنبھالنے کی ذمہ داری ہمارے سپرد کر دی۔" اس نے ہنیہ کو شگفتگی سے مسکراتے مخاطب کیا۔ وہ کچھ نہ بولی' محض مسکرا دی تھی۔

"آپ اتنی کم گو کیوں ہیں ڈاکٹر صاحبہ۔ یہ کم گوئی ہمیشہ میری بولتی بند کر دیتی ہے۔ کبھی تو کچھ بول لیا کریں' تاکہ میرے کچھ بولنے کا بھی جواز پیدا ہو سکے۔" اس نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے ہنیہ کو مخاطب کیا۔

"اتنی چھوٹی بچی ہے آپ کی گود میں' اس کی گردن کے نیچے ہاتھ رکھیں۔" ڈاکٹر صاحبہ بولیں بھی تو کیا۔ مغیث جی بھر کر بدمزہ ہوا تھا۔ اسی لمحے ماہا وہاں سے

گزری تھی۔

"بیوٹی فل۔" وہ انہیں ساتھ ساتھ کھڑا دیکھ کر رک گئی۔ بے ساختہ لبوں سے توصیفی کلمہ بھی برآمد ہوا۔ ہنیہ نے اسے گھورا تھا۔ "آپ دونوں اجازت دیں تو ایک تصویر لے لوں۔" اس نے اپنا موبائل والا ہاتھ آگے کیا۔ ہنیہ کی گھورتی نگاہوں کا اس پر مطلق اثر نہ ہوا تھا۔

"عائشہ باجی شاید مجھے ڈھونڈ رہی ہیں۔" ہنیہ تیزی سے منظر سے غائب ہوئی تھی۔ ماہا اور مغیث ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے تھے۔

"آئی ہوپ مغیث بھائی! اس گھر میں بہت جلد ایک مزید منگنی کی رسم ادا کی جائے گی۔" اس نے شرارتی انداز میں مغیث کو مخاطب کیا۔

"آئی ہوپ سو ماہا۔" مغیث بھی دھیرے سے مسکرا دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

بی بی جان کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ ان کی چپ چاپ کم گو اور شرمیلی سی نواسی' اپنی ماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی مرضی سے اپنے جیون ساتھی کا انتخاب کر سکتی ہے۔

ڈرائنگ روم میں اس وقت ڈاکٹر عمر ہاشم کی ماں اور دو بہنیں موجود تھیں۔ بہت شائستگی سے انہوں نے بی بی جان سے ہنیہ کا رشتہ مانگا تھا۔

"ہمیں مایوس مت لوٹائیے گا آنٹی۔ عمر ہمارا اکلوتا لاڈلا بھائی ہے۔ ہمارا بھائی یقیناً" آپ لوگوں کے معیار پر پورا اترے گا۔ پھر ہنیہ آپ کو خود عمر کے مزاج اور عادتوں سے آگاہ کر دے گی۔ دونوں پانچ سال اکٹھے پڑھے ہیں' ہاؤس جاب بھی اکٹھے کی اور پھر اتفاق سے ایک ہی ہاسپٹل میں جاب بھی مل گئی۔ عمر کے متعلق ہنیہ کی گواہی ہی سب سے معتبر ہوگی۔ آپ ہنیہ سے پوچھ کر اپنے دل کی تسلی کر لیجیے۔"

ڈاکٹر عمر کی بہن نے شگفتگی سے مسکراتے ہوئے بی بی جان کو مخاطب کیا۔ اسے کیا اندازہ تھا کہ عام سے پیرائے میں کی جانے والی یہ بات بی بی جان کے دل و دماغ میں کیسا الاؤ دھم مچا چکی ہے۔

ابھی دو چار دن پہلے کی ہی تو بات تھی' مدحت نے ان سے ٹیلی فون پر بات کی تھی۔

"سویرا کی منگنی میں تو اویس کسی مصروفیت کی وجہ سے نہ آسکے تھے۔ لیکن اگلے ہفتے میں اور اویس آپ کے پاس آرہے ہیں بی بی جان۔" مدحت نے ماں کو مسکراتے ہوئے بتایا۔

"سو بار آؤ' تمہارا اپنا گھر ہے۔" انہوں نے بھی مسکرا کر کہا تھا۔

"میں اور اویس اپنے گھر کے لیے آپ کے گھر سے کچھ مانگنا چاہتے ہیں بی بی جان۔"

مدحت نے سرپرائز برقرار رکھنے کی خاطر صاف بات نہ کی تھی۔ لیکن وہ بیٹی کے خوشی سے کھنکتے لہجے سے اس کی بات کا مفہوم پا گئی تھیں۔ طمانیت کی لہر ان کے رگ و پے میں دوڑ گئی تھی۔ بظاہر وہ ہنیہ سے جتنا مرضی لاتعلقی بھرا رویہ روا رکھتی تھیں۔ لیکن سچ تو یہی تھا کہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ وہ اپنی دونوں پوتیوں اور اکلوتی نواسی کو اپنی زندگی میں ہی ان کے گھر بار کا کر دیں۔

سویرا کی منگنی میں انہوں نے مغیث کو ہنیہ کی جانب والہانہ تکتے ہوئے دیکھا تو دل میں بے ساختہ دعا نکلی تھی کہ ان کا یہ پیارا سا نواسا ان کی جان سے پیاری نواسی کا نصیب بن جائے۔ وہ چاہتیں تو مدحت سے اس بارے میں بات کر سکتی تھیں۔ لیکن پھر یہ خیال ذہن کو جکڑ لیتا تھا کہ ہنیہ' ملیحہ اور عاشر کی بیٹی ہے۔ بے شک ایک عمر گزار لینے کے بعد اویس مدحت کے لیے نرم خو اور خیال رکھنے والے شوہر کا روپ دھار چکا تھا۔ مدحت نے بھی محبت کے بجائے اویس کی توجہ پر ہی قناعت کر لی تھی۔

انہیں انتظار تھا کہ مدحت اویس کی رضامندی کے ساتھ مغیث کے لیے ہنیہ کا ہاتھ مانگے اور ان کی دعائیں مستجاب ہوئی تھیں۔ پتا نہیں اویس آسانی سے مان گیا تھا یا مدحت کو اسے قائل کرنے میں محنت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنا پڑی تھی۔ ان کے لیے تو یہی بہت تھا کہ اویس اور مدحت اکٹھے ہنیہ کا ہاتھ مانگنے آرہے ہیں' لیکن انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ جب ان کی بیٹی یہاں آکر اشاروں' کنایوں کے بجائے کھل کر بات کرے گی تو وہ اسے رضامندی دینے سے قبل اس کے سامنے ہنیہ کو بلا کر اس کی رضامندی بھی دریافت کریں گی۔

وہ ماضی کی غلطی نہیں دہرانا چاہتی تھیں' لیکن لگتا تھا تاریخ اپنے آپ کو دہرانے پر تلی ہے۔ محبت کے سفر میں مغیث کو اپنے باپ کی طرح نامراد رہنا تھا۔ ان کی نواسی نے ماں کی طرح انہیں اعتماد میں لیے بغیر اپنے مستقبل کا فیصلہ خود ہی کر ڈالا تھا۔ ان کی بھولی بھالی نواسی جس پر انہیں دل ہی دل میں ٹوٹ کر پیار آتا۔ وہ اس سے لاتعلقی اختیار کرکے اس کی ماں کے کیے کی سزا اسے دیتی تھیں' لیکن ایسا کرتے ہوئے ان کا اپنا دل کیسے کرلاتا تھا' کوئی نہیں جانتا تھا' اپنی دانست میں وہ مغیث جیسے بندے سے اس کا رشتہ طے کرکے ہنیہ کی زندگی بھر کی محرومیوں کی تلافی کر رہی تھیں' لیکن ہنیہ نے اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کو ترجیح دی تھی۔

ظاہر ہے وہ اپنی ماں کی طرح ذی شعور اور پڑھی لکھی لڑکی تھی۔ اسے ایسا کرنے کا پورا حق تھا۔ تنفر بھری طنزیہ مسکراہٹ ایک لمحے کو ان کے چہرے پر نمودار ہو کر غائب ہوگئی۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے مہمانوں کی جانب متوجہ ہوئیں۔ شکر ہے وقت ابھی ان کے ہاتھ سے نہ نکلا تھا۔ مدحت نے ابھی صرف اشارے کنایوں میں بات کی تھی۔ وہ ہنیہ کے مستقبل کا فیصلہ ہنیہ کی مرضی سے کرنے کے لیے آزاد تھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں' ہنیہ بھی ملیحہ والے انجام سے دوچار ہو۔

"جب بیٹیاں والدین کو اعتماد میں لیے بغیر اپنی زندگی کے فیصلے اپنی مرضی سے کرنے لگیں تو زور زبردستی سے ان کے فیصلے بدلوانے کے بجائے ان کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کردینا ہی عین دانش مندی ہے۔" یہ سبق ان کی زندگی کے تلخ ترین تجربے کا نچوڑ تھا۔

انہوں نے مزید دیر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ مدحت اور اویس کی آمد سے پہلے اس قصے کو منطقی انداز سے نمٹانا چاہتی تھیں۔ سو ایک بردبار سی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے انہوں نے ڈاکٹر عمر کی والدہ کو مخاطب کیا تھا۔

"میری اپنی خواہش بھی یہی تھی کہ ہنیہ کو اسی کے پروفیشن سے وابستہ کسی شخص کا ساتھ نصیب ہوجائے۔ آپ لوگوں سے مل کر مجھے واقعی بہت خوشی ہوئی ہے۔ جس چاہت اور محبت سے آپ نے میری نواسی کا رشتہ مانگا یہ ہماری عزت افزائی ہے۔ میں چاہتی تو آپ سے رسمی طور پر سوچنے کی مہلت مانگ سکتی تھی' لیکن جیسا کہ آپ نے کہا کہ عمر ہنیہ کا دیکھا بھالا ہے' اتنے عرصے تک دونوں اکٹھے پڑھے ہیں۔ طبیعت اور مزاج کا اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے۔ زندگی بچوں نے گزارنی ہے۔ ان کی ذہنی مطابقت قائم ہوجائے تو ہمیں اور کیا چاہیے۔ مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔"

دل کے درد کو دل میں دبا کر بہت نرم مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے بی بی جان نے ان لوگوں کو مثبت عندیہ دے دیا تھا۔ اتنا فوری اقرار ان لوگوں کے لیے بھی غیر متوقع تھا۔ پھر بھی ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔

"ہم آپ کا شکریہ کس منہ سے ادا کریں۔ بے شک ہم بہت آس لے کر آئے تھے لیکن اندازہ نہ تھا کہ آپ ہماری درخواست کو فوراً" شرف قبولیت بخش دیں گی۔" خوشی کے مارے ڈاکٹر عمر کی ماں کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"میری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں بیٹا۔! میری اپنی یہی خواہش ہے کہ میں جلد از جلد ہنیہ کے فرض سے سبک دوش ہوجاؤں۔ اس کے ماں' باپ سلامت ہوتے تو اور بات تھی' جب آپ لوگوں سے مل کر میرا دل مطمئن ہوگیا ہے تو رسمی باتوں میں وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔" انہوں نے گویا فوری اقرار کی توجیہہ پیش کی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔ اگر ہنیہ گھر پر ہے تو

اسے بلوایئے۔ باقاعدہ رسم تو دھوم دھام سے کریں گے میں اسے شگن کے طور پر اپنی ہی انگوٹھی پہنا دیتی ہوں۔"

ڈاکٹر عمر کی ماں کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ بی بی جان نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ سویرا اور ماہا بازار گئی ہوئی تھیں' انہوں نے کچن میں مصروف رحمت بوا کو آواز دی تھی کہ وہ ہنیہ کو اس کے بیڈ روم سے بلالیں۔ نائٹ ڈیوٹی کرنے کے بعد وہ بہت گہری نیند سو رہی تھی جب رحمت بوا نے اسے بی بی جان کا پیغام دیا تھا۔

"کون مہمان ہیں' مجھے کس سے ملوانے کے لیے اٹھایا ہے؟" وہ حیران ہوتی ڈرائنگ روم تک آئی تھی۔

ڈرائنگ روم میں ڈاکٹر عمر کی والدہ اور بہنوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رکی۔

"آنٹی! آپ لوگ یہاں کیسے؟" خوش دلی سے انہیں سلام کرکے اس نے اپنی حیرت کا بھی اظہار کیا تھا۔

بی بی جان نے ایک چبھتی ہوئی نگاہ انجان بنتی نواسی پر ڈالی۔ جب وہ عمر کی ماں بہنوں سے واقف تھی تو ان کی آمد سے کیسے لاعلم ہوسکتی تھی۔

"ہاتھ آگے کرو ہنیہ! عمر کی والدہ تمہیں انگوٹھی پہنانے آئی ہیں۔"

بی بی جان نے گویا اس کے حواس پر بم گرایا تھا۔ بے یقینی سے اس نے نانی کو دیکھا۔ اس کے تاثرات سے بے نیاز ڈاکٹر عمر کی والدہ نے خوشی خوشی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے انگوٹھی پہنادی تھی۔

☆ ☆ ☆

"ہم مارکیٹ تک گئے تھے دوسری دنیا تک نہیں' آپ نے ہمارے پیچھے سے ہنیہ آپی کا رشتہ بھی طے کردیا۔" ماہا چیخ رہی تھی۔

"آہستہ بولو۔ تمہارا رشتہ طے نہیں کیا جو یوں اچھل رہی ہو۔ جس کا رشتہ طے کیا ہے' اس کی پسند پر طے کیا ہے۔ عثمان کا نمبر ملا کر دو مجھے۔ میں اسے آگاہ کردوں۔"

ماہا ان کی بات سنی ان سنی کرتی ہنیہ کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔ سویرا بھی اس کے پیچھے لپکی۔

"تمہارا ابھی جواب نہیں رحمت! فوراً" بچیوں کو رپورٹ دی۔" بی بی جان نے اندر کا غصہ رحمت بوا پر نکالا۔ وہ خفیف سی ہو کر پھر باورچی خانے میں گھس گئیں۔

اور وہاں ماہا' ہنیہ کے کمرے کا دروازہ بجا بجا کر تھک چکی تھی۔

"میں سو رہی ہوں ماہا! میرے سر میں شدید درد ہے۔ پلیز تنگ نہ کرو۔" ہنیہ نے بند دروازے کے پیچھے سے ہی جواب دیا تھا۔

ماہا نے اپنے پیچھے کھڑی سویرا کو دیکھا۔ سویرا بھی حیرت سے گنگ کھڑی تھی۔

"بی بی جان نے اپنی سگی نواسی سے سوتیلا پن دکھا دیا نا۔ مجھے اسی چیز کا خدشہ تھا۔" اس نے غصے سے سر جھٹکا تھا۔

"آہستہ بولو ماہا۔! بلکہ آؤ اپنے کمرے میں ہنیہ آپی ابھی دروازہ نہیں کھولیں گی اور ان کا موقف لیے بغیر معاملہ پوری طرح ہماری سمجھ میں نہیں آئے گا۔" سویرا دھیرے سے اسے سمجھاتی' اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے گئی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد دونوں نے پھر ہنیہ کے کمرے کا رخ کیا۔ صد شکر اس بار دروازہ کھلا ملا۔ ہنیہ نماز سے فارغ ہو کر جائے نماز تہہ کر رہی تھی۔ اس کی سوجی ہوئی متورم آنکھیں اور گلابی ناک دیکھ کر اندازہ لگانا چنداں مشکل نہ تھا کہ وہ اتنے گھنٹوں تک متواتر روتی رہی ہے۔

"کھانا کھانے کیوں نہیں آئیں آپ۔ کم از کم بی بی جان کو آپ کی شکل تو دیکھنے کو ملتی' وہ تو یہی سمجھ رہی ہوں گی کہ آپ شرما کر کمرے سے باہر نہیں نکل رہیں۔" ماہا نے ذرا تیز لہجے میں ہنیہ کو مخاطب کیا۔

"ماہا!" سویرا نے اسے فہمائشی انداز میں ٹوکا۔

"بی بی جان کا کہنا ہے کہ انہوں نے آپ کی پسند کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

احترام کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے گھر والوں کو ہاں کی۔ میں یہ بات تسلیم کر ہی نہیں سکتی کہ آپ کسی شخص میں انوالو ہوں گی تو کیا وہ شخص آپ کی محبت میں گرفتار تھا اور کچھ اس کا بائیو ڈیٹا تو بتائیں۔" ماہا جرح کے موڈ میں تھی۔

"میرا کولیگ ہے وہ۔" پینہ نے مختصر سا جواب دیا تھا۔ رونے کی وجہ سے اس کی آواز بہت بوجھل اور بھاری ہو رہی تھی۔

"آپ کے علم میں تھا کہ اس کے گھر والے آپ کا رشتہ لے کر آرہے ہیں؟" پینہ نے دھیرے سے نفی میں گردن ہلادی۔

"کیا وہ آپ کو پسند کرتے ہیں پینہ آپی؟" سویرا نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"سلام دعا اور پروفیشنل باتوں کے علاوہ ہماری آپس میں کبھی بات تک نہیں ہوئی اور بی بی جان یہ سمجھ بیٹھیں کہ میں ڈاکٹر عمر کو پسند کرتی ہوں اور میں نے لائف پارٹنر کا انتخاب اپنی مرضی سے کیا ہے۔" پینہ کی آواز بھرا گئی تھی۔

"خیر، کسی کو پسند کرنا جرم تو نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ڈاکٹر عمر نہ سہی مگر کسی اور کو تو آپ چاہتی ہی ہیں مگر اس چاہت کا آپ نے کبھی اظہار نہیں ہونے دیا۔" ماہا کے کہنے پر سویرا نے اسے گھورا مگر وہ آج صاف صاف بات کرنے کے موڈ میں تھی۔

"چاہت پر کسی کا اختیار نہیں ماہا! لیکن میں نے اپنی ذات سے متعلق ہر فیصلے کا اختیار بی بی جان کو سونپ رکھا تھا۔ میں آج تک اپنی ماں کے کردہ یا شاید ناکردہ جرم کی سزا بھگتتی آئی ہوں۔ میں نے کوشش کی کہ میں اپنے کردار کی مضبوطی سے بی بی جان کا دل جیت لوں شاید اس بہانے وہ میری ماں کا تصور بھی بھلا دیں۔ لیکن ساری عمر پھونک پھونک کر قدم رکھنے کے بعد بھی میرے حصے میں یہ بے اعتباری آئی۔" پینہ بری طرح رو پڑی تھی۔ سویرا نے اسے کندھے سے لگا کر چپ کروانے کی کوشش کی تھی۔

"میں مشعل کی شادی میں ایک بار ڈاکٹر عمر کی والدہ اور بہنوں سے ملی تھی۔ مشعل کے سسرالی عمرو غیرہ کے رشتہ دار ہیں۔ ہم ایک ہی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ ہماری اچھی گپ شپ ہوئی تھی وہ فیملی مجھے بہت اچھی لگی تھی لیکن مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے بی بی جان سے غلط بیانی سے کام کیوں لیا۔ میری اور عمر کی کمٹمنٹ کا ذکر کیوں کیا اور ان اجنبی لوگوں کی باتوں پر بی بی جان نے ایک پل میں اعتبار کرلیا میری زندگی کا ہر پل ان کے سامنے گزرا میں پھر بھی اعتبار کے لائق نہ ٹھہری۔" صدمے سے پینہ کا برا حال ہو رہا تھا۔

"آپ صرف یہ سوچ کر ہلکان ہو رہی ہیں کہ بی بی جان نے آپ کا اعتبار نہ کیا۔ ذرا مغیث بھائی کا سوچیں جب انہیں پتا چلے گا کہ آپ نے کسی اور کے نام کی انگوٹھی پہن لی تو وہ تو جیتے جی مر ہی جائیں گے۔"

"میری مغیث سے کوئی کمٹمنٹ نہیں تھی۔" وہ دھیرے سے بولی تھی مگر آنکھوں میں پھر سے آنسو امڈ آئے۔

"آپ فکر نہ کریں پینہ آپی! میں آپ کو آپ کا اعتبار بھی لوٹاؤں گی اور محبت بھی۔" ماہا نے اسے ٹھوس لہجے میں یقین دہانی کروائی تھی۔

"تم یہ سب کیسے کرو گی ماہا۔" اپنے کمرے میں واپس آکر سویرا نے پوچھا۔ بہن کی صلاحیتوں سے وہ بخوبی واقف تھی پھر بھی فطری تجسس آڑے آرہا تھا۔

"سب سے پہلے ڈاکٹر عمر کا پتا صاف کرنا ضروری ہے اور اس کے لیے ڈاکٹر صاحب کی طبیعت صاف کرنا ضروری ہے۔ میں کل اسپتال جاکر اس سے ملنے لگی ہوں۔" ماہا نے اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔

"اگر بی بی جان کو پتا لگ گیا تو؟" سویرا فکر مند ہو کر بولی تھی۔

"مجھے صبح آٹھ بجے جگا دینا۔" ماہا اس کے سوال کا جواب دیے بنا لحاف سر تک تان کر سو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"السلام علیکم ناجیہ آپی!" او پی ڈی کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ہی اسے پینہ کی کولیگ نظر آگئی تھی۔ ماہا نے لپک کر اسے جالیا۔

"ماہا تم، یہاں کیسے، خیریت؟" ناجیہ اسے جانتی تھی سو سلام کا جواب دے کر حیرت کا بھی اظہار کیا۔ ناجیہ کے ساتھ کھڑے اس کے ایک کولیگ کی وجہ سے وہ کھل کر اپنے یہاں آنے کا مقصد نہ بتا سکی بس سیدھے سبھاؤ یہ پوچھا تھا۔

"ڈاکٹر عمر ہاشم کہاں ہوں گے، مجھے ان سے ملنا ہے۔"

"اوہ۔" ناجیہ خوشگوار انداز میں ہنسی تھی "یوں کہو نا ہونے والے جیجا جی سے ملنے آئی ہو۔" ناجیہ کی بات سے پتا چل گیا تھا کہ وہ سارے قصے سے واقف ہے۔

"اللہ نہ کرے کہ ڈاکٹر عمر میرے جیجا جی بنیں۔" اس نے کڑوا سا منہ بنایا تھا۔ ناجیہ اس کی بات سن کر بوکھلا سی گئی تھی۔

"یہ ہیں ڈاکٹر عمر، تم ان سے بات کرو۔ میں ابھی آئی۔" ایک لمحے کے لیے بوکھلا تو ماہا بھی گئی۔ کیا پتا تھا ناجیہ کے ساتھ کھڑی ہستی ڈاکٹر موصوف کی ہی ہے۔

"میں پینہ آپی کی کزن ہوں۔" ڈاکٹر صاحب کی گھورتی، جانچتی نگاہوں سے خائف ہو کر اس نے فوراً تعارف کروایا۔

"میں چائے پینے کیفے تک جا رہا تھا۔ آیئے وہاں چل کر بات کرتے ہیں۔"

عمر ذہین بندہ تھا۔ سمجھ گیا تھا کہ بات کی نوعیت ایسی ہوگی کہ یوں سیڑھیوں پر کھڑے کھڑے بات نہیں ہو سکے گی سو اسے کیفے چلنے کی آفر کی۔ ماہا بھی بنا کسی ہچکچاہٹ کے مان گئی تھی۔

"ڈاکٹر پینہ کا موبائل کل سے آف ہے۔ وہ آج ڈیوٹی پر بھی نہیں آئیں۔ میں سمجھ تو گیا تھا کہ کل کمانڈو ایکشن کی طرز پر میرے گھر والے جو رشتہ جوڑ کر آئے ہیں۔ وہ صحیح سے جڑا نہیں۔ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ میں ابھی ناجیہ سے اسی بارے میں بات کر رہا تھا، وہ پینہ کی بہت اچھی دوست ہے لیکن پھر آپ چلی آئیں۔ آپ ڈاکٹر پینہ کے گھر سے آئی ہیں۔ آپ ہی بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے۔" ڈاکٹر عمر نے چائے کے ساتھ اسنیکس کا آرڈر دے کر اسے مخاطب کیا۔

"واہ جی واہ۔ اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ مسئلہ آپ کا پیدا کردہ ہے اور آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ مسئلہ کیا ہے۔" ماہا چیخ کر بولی تھی۔ ڈاکٹر عمر کے چہرے پر ایک لمحے کو خفیف سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ لڑکی کافی دلچسپ معلوم ہوتی تھی۔

"مجھے واقعی کچھ اندازہ نہیں۔ جب ہی تو میں آپ کو یہاں لے کر آیا ہوں کہ ہم سکون سے بیٹھ کر بات کر سکیں۔" عمر نے اسے رسانیت سے مخاطب کیا۔

"آپ کے گھر والوں نے میری دادی جان سے غلط بیانی سے کام لیا انہوں نے کہا کہ آپ اور پینہ آپی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ میری دادی نے اسی بنیاد پر رشتہ پکا کر دیا حالانکہ پینہ آپی آپ کو سخت ناپسند کرتی ہیں۔" ماہا نے لگی لپٹی رکھے بنا صاف صاف بات کرنے کی ٹھانی تھی۔ بات میں زور پیدا کرنے کو پینہ کی ناپسندیدگی کا بھی ذکر کر دیا۔ عمر سر ہلا کر اس کی بات سنتا رہا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میرے گھر والوں نے قطعاً" ایسا ذکر نہیں کیا ہوگا۔ پینہ اور میں کئی برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ضرور ہیں لیکن یہ رشتہ سو فیصد میرے گھر والوں کی پسند پر طے ہونے جا رہا ہے۔" ڈاکٹر عمر نے وضاحت ضروری سمجھی تھی۔

"یعنی آپ پینہ آپی کو پسند نہیں کرتے۔" ماہا نے تصدیق کرنا چاہی۔

"پینہ بہت اچھی لڑکی ہیں ایسی لڑکی جس کا خود بخود احترام کرنے کو جی چاہے لیکن محبت، وجہت کا کوئی چکر نہیں۔ ان فیکٹ ہماری ایک اور کولیگ کی شادی میں میرے گھر والوں نے پینہ کو دیکھا۔ وہ انہیں بہت پسند آئیں۔ میں نے شادی کا ڈیپارٹمنٹ اپنی والدہ کے سپرد ہی کر رکھا تھا۔ اتفاق سے ان کی پسندیدہ لڑکی میری کولیگ نکل آئی۔ لیکن میں نے اپنی امی کو کہہ دیا تھا کہ رشتہ آپ خود لے کر جائیں۔ پینہ اور میرا روز کا آمنا سامنا ہوتا ہے اگر وہاں سے انکار ہوتا ہے تو معاملہ وہیں ختم ہو جائے گا۔ کم از کم ہمیں ایک دوسرے کا سامنا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنے میں جھجک تو محسوس نہیں ہوگی اس لیے میں نے اس بارے میں ہنیہ سے تذکرہ تک نہ کیا۔ میری دانست میں یہ ایک انتہائی شریفانہ عمل ہے۔ آپ جانے کس بنیاد پر مجھ سے جرح کرنے آگئیں۔" عمر کے کہنے پر ماہا ایک لمحے کو خاموش ہوگئی اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تھا۔

"اگر ہنیہ کو اس رشتے پر اعتراض ہے تو آپ لوگوں کو کل ہی انکار کردینا چاہیے تھا۔ ہنیہ کی مرضی کے بغیر ہاں کیوں کی۔ میری والدہ تو شاید انہیں رنگ بھی پہنا آئی ہیں۔ ہمارے گھر میں خوشیاں منائی جارہی ہیں' آپ لوگوں کو چاہیے کہ میرے گھر والوں تک اپنا انکار پہنچادیں۔ اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ ماہا کی پریشانی بھانپ گیا تھا جب ہی اسے رسانیت سے مخاطب کیا۔

"آپ ہمارے گھر آکر میری دادی سے وضاحت دیں کہ آپ کے اور ہنیہ آپی کے بیچ کوئی کمٹمنٹ نہیں تھی۔"

"آپ کی دادی میری کیا لگتی ہیں بھئی؟" وہ حیران ہوا۔

"جب آپ ہنیہ آپی کو پسند بھی نہیں کرتے۔ رشتہ ٹوٹنے سے آپ کو کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تو اک ذرا سی وضاحت دینے سے آپ کا کیا جاتا ہے۔" وہ اس پر بگڑی تھی۔

"لگتا نہیں ہنیہ آپ کی کزن ہے وہ اتنی کم گو ہیں اور آپ؟"

"کیا میں؟" ماہا نے تنک کر پوچھا تھا۔

"ناشتے میں ہری مرچوں والا آملیٹ لینا بند کردیں۔ افاقہ ہوگا۔ چلتا ہوں۔" چائے کا آخری گھونٹ لے کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ماہا ہکا بکا ہو کر رہ گئی۔ عجیب بے نیاز سا بندہ تھا۔ وہ جو کچھ سوچ کر گھر سے آئی تھی سچوایشن اس کے بالکل برعکس تھی۔

"میں اتنی دور سے' اپنے گھر والوں سے چھپ کر آپ سے ملنے آئی' آپ مجھے یوں چھوڑ کر چل پڑے۔" حیرانی اور خفگی میں خاصا فضول فقرہ لبوں سے برآمد ہوا اور اگر ڈاکٹر عمر کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ نہ ابھرتی تو اسے پتا بھی نہ چلتا کہ وہ کیا بول چکی ہے۔

"یہ میرے ڈیوٹی آورز ہیں اور ویسے بھی میرا خیال تھا' بات کلیئر ہوگئی۔ ڈاکٹر ہنیہ مجھے سخت ناپسند کرتی ہیں۔ آپ کی دادی نے ان سے بنا پوچھے میری امی کو ہاں کردی۔ آپ الٹا میری جواب طلبی کرنے پہنچ گئیں۔ میں نے وضاحت کردی کہ اس معاملے سے میرا کوئی تعلق ہی نہیں۔ آپ کے گھر والے میرے گھر والوں سے مل کر بلکہ صرف ایک فون کال کر کے بات ختم کردیں۔ سو سمپل۔"

"خیر' یہ تو میں نے ایسے ہی بول دیا تھا کہ ہنیہ آپی آپ کو سخت ناپسند کرتی ہیں' دراصل میری پھوپھو کے بیٹے ہیں مغیث بھائی' وہ ہنیہ آپی سے بے حد محبت کرتے ہیں ہنیہ آپی بھی انہیں چاہتی ہیں لیکن یہ بڑی پاکیزہ سی خاموش محبت تھی اب میری پھوپھو انہیں باضابطہ طور پر مغیث بھائی سے منسوب کرنے آرہی تھیں کہ درمیان میں آپ کی فیملی ٹپک پڑی' پتا نہیں آپ کی امی وغیرہ نے کچھ ایسا کہا یا پھر واقعی میری بی بی جان کو غلط فہمی ہوئی۔ آپ ہماری فیملی ہسٹری سے واقف نہیں۔ بے چاری ہنیہ آپی کو ناکردہ گناہ کی سزا بھگتنی پڑی ہے۔ مجھے آپ سے صرف اتنی سی فیور چاہیے تھی کہ آپ کے گھر والے یہ وضاحت کردیں کہ وہ یہ پروپوزل اپنی مرضی اور خوشی سے لائے۔ آپ کی اور ہنیہ آپی کی کوئی انوالومنٹ نہیں۔" ماہا نے اس بار بہت تحمل' رسانیت اور سبھاؤ سے بات کی تھی۔

"بہت بہتر اور کوئی حکم؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اور کوئی حکم سے کیا مراد؟ پہلے آپ نے میرے کتنے حکم مان لیے؟" ماہا کو ذرا غصہ سا آیا۔ پل پل موڈ بدلتی اس لڑکی سے مل کر عمر کو واقعی مزہ آیا تھا۔ اس کا جی چاہا کہ اسے تھوڑا سا مزید غصہ دلا کر اس کے لبوں سے اپنے لیے کچھ "مزید" سنے لیکن اس نے دل کی خواہش کو دل میں ہی دبالیا تھا۔

"آپ بے فکر ہو کر گھر جائیے۔ ہنیہ کو بھی تسلی دے دیجیے' ہماری طرف سے یہ رشتہ ختم سمجھے' میرے گھر والے آپ کے گھر والوں سے رابطہ کر کے یہ بات کرلیں گے۔"

"تھینک یو' تھینک یو سو مچ۔ آپ نے تو مسئلہ ہی حل کردیا۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔" اس بار ماہا نے خوش ہوتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ عمر مسکرادیا تھا۔

☆ ☆ ☆

ہنیہ بخار میں پھنک رہی تھی۔ سویرا اس کے ماتھے پر پٹیاں رکھ رہی تھی۔ پاس ہی متفکر سی بی بی جان بیٹھی تھیں۔

"ڈاکٹر باجوہ کو کب سے فون ملا رہی ہوں۔ کوئی فون اٹھا ہی نہیں رہا۔ گھر پر کوئی مرد نہیں کس طرح اسے ڈاکٹر تک لے کر جائیں۔"

بے سدھ پڑی ہنیہ کو دیکھ کر بی بی جان بری طرح پریشان ہو رہی تھیں اسی پریشانی میں انہیں ماہا سے پوچھنا بھی یاد نہ رہا کہ وہ ان سے پوچھے بنا کہاں گئی تھی جو اتنی دیر بعد واپس ہوئی ہے۔

"ہنیہ آپی دنیا کی واحد لڑکی ہیں جنہیں بات پکی ہونے کی خوشی میں بخار چڑھ گیا۔" ماہا نے بی بی جان کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا وہ جواب میں کچھ نہ بولی تھیں۔

"کتنے گھنٹوں سے بھوکی پیاسی کمرے میں بند ہیں ہنیہ آپی اور ہم ایسے سنگ دل لوگ کہ وجہ پوچھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔"

بی بی جان کی خاموشی سے شہ پا کر ماہا نے ایک اور طنز کر ڈالا۔ سویرا اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتی رہی مگر ماہا نے اس کے اشاروں پر توجہ دینا قطعاً ضروری نہ سمجھا تھا۔ اسی لمحے ہنیہ کراہی تھی۔ ماہا لپک کر اس کے پاس گئی۔ بخار کی شدت سے ہنیہ پر غنودگی چھا رہی تھی۔ وہ کچھ بڑبڑائی تھی یہ بڑبڑاہٹ ماہا کی سمجھ میں بھی نہ آئی لیکن اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھی بی بی جان تک اس بڑبڑاہٹ کی "ٹرانسلیشن" پہنچانا ضروری سمجھا تھا۔

"بی بی جان مجھ پر اعتبار کریں۔" اس نے خود کلامی کے سے انداز میں ہنیہ کی بات دہرائی تھی۔

"کیا ہوگیا ہے ہنیہ آپی! ہوش کریں۔ سب اعتبار کرتے ہیں آپ پر۔" ماہا نے "جذباتی" ہو کر اس کے گال تھپتھپائے سویرا گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے اس کی اوور ایکٹنگ ملاحظہ کر رہی تھی۔

"مدحت بیٹا پہنچ گئی ہیں۔" اسی لمحے رحمت بوا نے کمرے میں جھانک کر اطلاع دی۔ بی بی جان ایک پل کو متفکر ہوئی تھیں لیکن اگلے لمحے ہی وہ پرسکون ہوگئیں۔

"چلو شکر ہے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کا مسئلہ تو حل ہوا۔ مدحت کی گاڑی میں لے جاتے ہیں ہنیہ کو۔" بی بی جان کے پیش نظر اس وقت صرف اور صرف ہنیہ کی بگڑتی طبیعت تھی دوسری تمام باتیں ذہن سے محو ہو چکی تھیں۔

"رحمت بوا نے بتایا۔ ہنیہ کی طبیعت بہت خراب ہے۔ کیا ہوا ہے ہنیہ کو؟" متفکر اور متوحش ملاحت پھوپھو سیدھی ہنیہ کے کمرے میں ہی آئیں ان کے پیچھے مغیث کا پریشان چہرہ نمودار ہوا۔

"جو ہونا تھا ہوگیا۔ اب آپ لوگ آئے ہیں تو سب کچھ صحیح ہوجائے گا۔" ماہا کے سر سے جیسے منوں ٹنوں وزن اتر گیا تھا۔

اور پھر واقعی سب کچھ صحیح ہوگیا تھا۔ ماہا نے بلاوجہ ڈاکٹر عمر کے پاس جانے کی زحمت کی تھی۔ اپنی خالہ کی مہربان بانہوں کا لمس پاکر ہنیہ ایسے ٹوٹ کر روئی کہ مدحت کو اسے سنبھالنا دشوار ہوگیا۔ نواسی کی اجڑی بکھری حالت دیکھنے کے بعد بی بی جان کو مزید کسی صفائی کی ضرورت نہ تھی۔ پشیمانی کے شدید احساس نے انہیں لپیٹ میں لے لیا تھا لیکن ہنیہ چپ رہ رہ کر تھک چکی تھی۔ اس نے رو' رو کر نائلہ کو یقین دلایا تھا کہ وہ اسے غلط سمجھی ہیں۔ ڈاکٹر عمر سے اس کا کوئی تعلق' واسطہ نہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپ نے ڈاکٹر عمر سے میرا رشتہ طے کردیا۔ میں اس فیصلے کے خلاف نہیں جاؤں گی۔ میں آپ کا ہر فیصلہ مانوں گی بی بی جان! لیکن آپ مجھ پر اعتبار تو کریں۔ آپ کی بیٹی نے آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی لیکن آپ کی نواسی نے کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ آپ نواسی پر اعتبار کریں۔ اور بیٹی کی خطا معاف کردیں۔ اب تو میری ماں کو مرے ہوئے بھی اتنا عرصہ گزر گیا بی بی جان۔"

وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ بی بی جان سے مزید ضبط نہ ہوا۔ انہوں نے نواسی کو سینے سے چمٹا لیا تھا۔ وہ اس کا منہ چوم رہی تھیں اسے پیار کر رہی تھیں ان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو گر رہے تھے۔

"غلطی صرف بچوں سے نہیں ہوتی غلطی بڑوں سے بھی ہوتی ہے۔ مجھے معاف کردے میری بچی۔ میری ملیحہ کی نشانی۔" انہوں نے پھر اسے خود سے چمٹا لیا تھا۔ مدحت اور مغیث معاملے سے لاعلم تھے اور حیران پریشان سے کھڑے تھے۔

"کیا بات ہے بی بی جان۔ بتائیے تو سہی اور ہنیہ تم یوں رو' رو کر کیوں حالت خراب کر رہی ہو' چلو ڈاکٹر کے پاس۔" مدحت نے پہلے ماں اور پھر بھانجی کو مخاطب کیا۔

"میں میڈیسن لے لوں گی خالہ۔!" ہنیہ نے نقاہت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں اب بھی آنسو تھے لیکن شاید یہ خوشی کے آنسو تھے۔ بی بی جان کا شفیق لمس اور محبت بھرے بوسے آج تو زندگی کا خوش قسمت ترین دن تھا۔

"اویس میاں نہیں آئے۔" بی بی جان نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے مدحت کو مخاطب کیا۔

"طلحہ کا پریکٹیکل تھا آج۔ ندا اور طلحہ کل اپنے پاپا کے ساتھ پہنچ جائیں گے مجھے تو مغیث آج زبردستی لے آیا' کہہ رہا تھا جانے کیوں دل بے چین سا ہو رہا ہے۔ شام تک عثمان بھائی اور نوشابہ بھی پہنچ رہے ہیں میں نے انہیں بھی فون کردیا تھا۔" مدحت نے بتایا تھا۔ بی بی جان محض ہنکارہ بھر کر خاموش ہو گئیں۔

"ہنیہ کو آرام کرنے دیں۔ آیئے باہر چل کر بات کرتے ہیں۔" مدحت بی بی جان کو ان کے کمرے میں لے گئیں۔ مغیث بھی ماں کے پیچھے گیا تھا۔

"اب بتائیں بی بی جان! کیا معاملہ ہے میرا تو دل ڈوب رہا ہے اتنی خوشی خوشی میں آپ کے پاس آئی تھی۔ عثمان بھائی کو بھی فون کرکے بلوایا۔ ہنیہ کیا کہہ رہی تھی۔ آپ نے کس سے اس کا رشتہ طے کردیا۔"

مدحت متوحش انداز میں ماں کو مخاطب کر رہی تھی۔ مغیث بھی بے چین ہو کر نانی کی شکل دیکھ رہا تھا۔ بی بی جان پھر رو پڑی تھیں۔

"میں ڈر گئی تھی مدحت! ماضی والا قصہ پھر نہ دوہرایا جائے۔ میں نے اپنی بچی کا اعتبار نہ کیا۔ انجانے میں پھر ماضی والی غلطی دہرا دی۔ ہنیہ سے پوچھا تک نہیں۔ شدید رنج اور غصے نے میری عقل سلب کرلی۔ بنا سوچے سمجھے ان لوگوں کو ہاں کردی۔ لڑکے کی ماں ہنیہ کو انگوٹھی تک پہنا گئی۔" بی بی جان نے روتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ مدحت اور مغیث کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"میں ہنیہ کو آپ سے مانگنے آرہی تھی بی بی جان اور آپ نے کسی اور کو زبان دے دی۔" رنج' حیرت افسوس کیا کچھ نہیں تھا مدحت کے لہجے میں۔ مغیث بھی بے دم سا ہو کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کی بے چینی بے سبب نہیں تھی۔

پشیمانی اور پچھتاوے کے شدید احساس کے زیر اثر بی بی جان روئے جا رہی تھیں جب دروازے سے کان لگا کر کارروائی سنتی ماہا سے مزید ضبط نہ ہوا وہ اندر آگئی تھی۔

"پلیز آپ لوگ اتنی ٹینشن مت لیں۔ بی بی جان نے غلط فہمی کی بنیاد پر انہیں ہاں کہہ دی اب تو بات کلیئر ہو گئی ہے ڈاکٹر عمر کے گھر والوں کو انکار کردیں گے۔" اس نے سب کو ٹینشن سے نکالنا چاہا تھا مدحت ہنوز سر پکڑے بیٹھی تھیں مغیث لب کچل رہا تھا اور آہنی اعصاب والی بی بی جان اب بھی آنسو بہا رہی

تھیں۔

"آپ نے واقعی انہیں زبان دے دی بی بی جان۔" مدحت اب تک بے یقینی کے عالم میں تھیں۔

"ریلیکس پھوپھو! ہم ان کی انگوٹھی واپس کرکے اپنی زبان واپس لے آئیں گے۔" ماہا نے پھر تسلی دی تھی' لیکن کوئی اس کی جانب متوجہ ہی نہ تھا۔ شام کو عثمان اور نوشابہ بھی پہنچ گئے تھے۔ معاملہ عثمان کے علم میں آیا۔ خلاف توقع وہ بہت زیادہ حیران و پریشان نہ ہوئے تھے۔

"یہ کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں۔ جیسا کہ بی بی جان نے بتایا کہ وہ شریف' وضع دار اور خاندانی لوگ ہیں۔ ہم سلیقے سے بھاؤ سے ان سے معذرت کرلیں گے۔ مانا قول سے پھرنا اچھی بات نہیں' لیکن جب زندگی بھر کا معاملہ ہو تو محض قول نبھانے کی خاطر اپنے چاہے رشتے جوڑنا سراسر حماقت ہے۔ ہمیں ماضی کی المناک روایت سے سبق سیکھنا ہوگا۔"

عثمان ٹھوس لہجے میں بولے تھے۔ سب کے تنے اعصاب ذرا ڈھیلے پڑے تھے۔ عثمان پہلی فرصت میں ڈاکٹر عمر کے ہاں جانا چاہتے تھے' لیکن اس سے پہلے عمر کی والدہ اپنی بڑی بیٹی کے ہمراہ خود ہی پہنچ گئی تھیں۔ ڈاکٹر عمر نے اپنی کمٹمنٹ نبھائی تھی۔ کس شائستگی سے ان لوگوں نے بات کی تھی۔

"ہنیہ کی دوست ناجیہ کے ذریعے پتا چلا کہ آپ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ عمر اور ہنیہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ اسی لیے آپ لوگوں نے اقرار کرلیا۔ ایسی کوئی بات نہیں آنٹی۔ ہم ہنیہ سے اس کی ایک سہیلی کی شادی میں ملے تھے۔ ہنیہ ہمیں بہت پسند آئی' اتفاق سے اس روز یہ تذکرہ کرنا بھول گئے تھے۔ اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں اور ویسے بھی رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں' اگر آپ لوگوں کی رضامندی نہیں ہے تو اس بات کو یہیں ختم سمجھیے۔"

ڈاکٹر عمر کی والدہ نے بات مکمل کی تو ڈرائنگ روم میں بیٹھے سب لوگوں کے دل و دماغ پر سے بھاری بوجھ ہٹ گیا۔ مہمانوں کو کولڈ ڈرنک سرو کرتی ماہا نے ڈاکٹر عمر کی عقل مندی کو سراہا تھا۔ اگر وہ لوگ ناجیہ کا حوالہ نہ دیتے تو یہ وضاحت ممکن نہ ہوتی کہ ان کے علم میں سارا معاملہ کیسے آیا اور اس پہلو پر ماہا نے بی بی نے غور ہی نہ کیا تھا۔ بہرحال ایک بہت بڑی ٹینشن کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ ڈرائنگ روم میں موجود مہمان اور میزبان خوش دلی سے ایک دوسرے سے گپ شپ کرنے لگے تو وہ ہنیہ کو ڈھونڈتی ڈھونڈتی گھر کے عقبی لان میں پہنچ گئی۔ ہنیہ کو بھی خوش خبری سنانا ضروری تھا نا۔

"امید ہے' مہمانوں کے جاتے ہی مدحت پھوپھو آپ کو مغیث بھائی کے نام کی انگوٹھی پہنا دیں گی۔ بس اب آپ مغیث بھائی کو منانے کا طریقہ سوچیں۔ وہ آپ سے سخت روٹھے بیٹھے ہیں۔" اس نے ہنیہ کو شرارتی انداز میں مخاطب کیا۔ ہنیہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

"اب اتنی انجان مت بنیں۔ آپ خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ بی بی جان اگر آپ نے ڈاکٹر عمر سے میرا رشتہ طے کر بھی دیا تو میں آپ کا فیصلہ قبول کروں گی۔ بس آپ مجھ پر اعتبار کریں۔" اس نے ہنیہ کے لہجے کی نقل اتاری۔

"مغیث واقعی ناراض ہیں کیا؟" ہنیہ کو فکر دامن گیر ہوئی۔

"ناراض ہیں بھی تو اتنا فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے بھئی۔ مغیث بھائی کے کان میں جاکر تین لفظ بول دیں' خود ہی مان جائیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے راہ سجھائی۔

"کون سے تین لفظ۔" ہنیہ نے اسے بری طرح گھورا تھا۔ ماہا زور سے کھلکھلائی تھی۔

"اب مان بھی جائیں نا۔ بس یہ ہی تو بولنا ہے۔" اس نے بات سنبھالی۔ ہنیہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"یہ تین نہیں پانچ لفظ ہیں۔" ہنیہ نے مسکراتے ہوئے تصحیح کی۔

"اب اور نا ہٹا دیں' پھر تو تین ہی بچیں گے نا۔"

"ماہا بی بی! اگر آپ مجھے موقع دیں تو میں تین' پانچ یا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سات لفظ خود ہی بول لوں اور یہ ڈس انفارمیشن کیوں پھیلا رہی ہیں کہ میں ہنیہ سے ناراض ہوں۔" جانے کب مغیث اس کے پیچھے آکر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مسکرا کر ماہا کو مخاطب کیا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"جانتی ہوں' آپ ہنیہ آپی سے ناراض ہو ہی نہیں سکتے اور اس میں کمال آپ کا نہیں' ہماری ہنیہ آپی ہیں ہی اتنی اچھی کہ کوئی ان سے ناراض ہو ہی نہیں سکتا۔ اتنے برسوں سے بی بی جان بلاوجہ ناراض تھیں۔ شکر ہے آج اس ناراضی کا بھی خاتمہ ہوا۔" وہ ہنسی تھی اتنے میں پھولے سانسوں کے ساتھ سویرا بھی اسے ڈھونڈتی ہوئی یہاں پہنچ گئی۔

"ماہا! تمہارا رشتہ آیا ہے۔" اس نے ماہا کو فی الفور اطلاع دی۔

"کہاں سے....؟" اس نے ہکا بکا ہو کر پوچھا۔

"ڈاکٹر عمر کے گھر والوں نے اب تمہیں پرپوز کیا ہے۔" سویرا نے اس کے حواسوں پر بم گرایا تھا۔

"ابھی میں نے ادھوری بات سنی۔ تمہیں بتانے کے لیے آئی تھی۔ اب دوبارہ وہیں جارہی ہوں۔" سویرا تیزی سے واپس مڑی تھی۔

ماہا بھی اس کے پیچھے لپکی تھی۔

☆ ☆ ☆

"ہمیں آپ کی فیملی بے حد پسند آئی ہے۔ ہماری خواہش ہے عمر کا رشتہ اسی خاندان کی کسی بچی سے جڑ جائے۔ آگے آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا ہمیں قبول ہے۔" ڈاکٹر عمر کی ڈیسنٹ سی والدہ نے جاتے سے ایک بار پھر سب کو حیران کیا تھا۔

"میری دو بھتیجیاں ہیں۔ سویرا کی تو منگنی ہو چکی۔ ماہا کے لیے ابھی ہم نے کچھ نہیں سوچا۔" مدحت پھوپھو نے متانت سے کہا۔

"جی.... جی ماہا.... ہم ماہا کی ہی تو بات کر رہے ہیں۔" عمر کی آپا پرجوش ہوئی تھیں۔ اس کی والدہ نے ہلکا سا کھنکھار کر بیٹی کو مزید پرجوش ہونے سے روکا۔

"آپ لوگوں سے مل کر ہمیں بھی بہت اچھا لگا۔ ایک ملاقات صاحب زادے سے بھی کرلیں' پھر باہمی مشورے سے آپ کو جواب سے آگاہ کردیں گے۔" عثمان نے شائستگی سے جواب دیا۔

"جی جی ضرور۔" مطمئن انداز میں ان لوگوں کی واپسی ہوئی تھی۔ ڈرائنگ روم میں پھر گول میز کانفرنس منعقد ہوگئی۔

"بہت اچھی سلجھی ہوئی فیملی تھی۔" عثمان نے پہلی رائے دی تھی۔

"اور ماشاءاللہ ہماری بچیاں اتنی پیاری ہیں کہ لوگ پہلی نگاہ میں ہی فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ محض چند لمحوں کے لیے ماہا کولڈ ڈرنک سرو کرنے اندر آئی تھی اور ان لوگوں نے ماہا کو پسند کرلیا۔" مدحت پھوپھو کے خیال میں سارا کمال گھر کی بچیوں کی پیاری پیاری صورتوں کا تھا۔

"لوگ واقعی اچھے ہیں۔ لیکن اب کوئی فیصلہ جلد بازی میں مت کرنا اور ماہا سے ضرور پوچھ لینا وہ میری بہت کٹ کھنی پوتی ہے۔" بی جان نے مسکرا کر بیٹے کو مخاطب کیا۔ عثمان نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلادی۔

☆ ☆ ☆

"مجھے آج صبح سے منہ دھونے کی فرصت نہیں ملی اور مدحت پھوپھو کا خیال ہے کہ ڈاکٹر عمر کی ماں' بہنوں نے مجھے پہلی نگاہ میں پسند کرلیا۔" ماہا کو اس بیان کی صداقت پر ذرا بھی برابر یقین نہ آیا تھا۔ اسے جب سے یہ بات پتا لگی تھی وہ کمرے میں بے چینی سے چکر کاٹ رہی تھی۔

"خیر' صبح تو تم منہ دھو کر ہی ڈاکٹر صاحب سے ملنے گئی تھیں۔ یقیناً" انہوں نے ہی اپنی امی کے سامنے تمہارا نام لیا ہوگا۔" سویرا پر یقین لہجے میں بولی۔

"یہ کوئی بات ہے بھلا۔ ہنیہ آپی سے جڑا رشتہ توڑنے آئے تھے اور منہ اٹھا کر میرا رشتہ مانگ لیا۔ بظاہر تو وہ بندہ ٹھیک ٹھاک لگتا ہے' ڈاکٹر ہے' پرسنالٹی

بھی ٹھیک ٹھاک ہے' پھر آخر اسے رشتوں کی ایسی کیا کمی کہ جس گھر کی ایک لڑکی سے رشتہ جڑتے ہی ٹوٹ گیا۔ اگلے دن دوسری لڑکی کا رشتہ مانگنے پہنچ گئے۔"

"کہنا کیا چاہتی ہو؟" سویرا نے پوچھا۔

"اس بندے میں یقیناً" کوئی نہ کوئی ایسی خامی ہے' جس کی وجہ سے اس کے گھر والے اجنبی اور انجان لوگوں میں ایسے جھٹ پٹ اس کا رشتہ طے کررہے ہیں۔ بی بی جان کو بتادو کہ میں کسی مشکوک شخص کا ساتھ قبول نہیں کرسکتی۔"

"بات تو صحیح ہے۔ وہ بندہ اتنا قابل ڈاکٹر ہے۔ بھلا اسے رشتوں کی کیا کمی ہوگی۔ پہلے ہماری بھولی بھالی سی ہنیہ آپی سے رشتہ جوڑنا چاہا۔ بی بی جان نے فوری اقرار کرلیا تو ان کی اتنی ہمت بندھی کہ آج ہنیہ آپی کو چھوڑ کر تمہارا رشتہ مانگ لیا۔ ان کا خیال ہوگا' بغیر کسی چھان بین اور جانچ پڑتال کے ہم اس بار بھی ہاں کردیں گے۔ لیکن تم بہت تحمل مند ہو ماہا۔ جس پہلو پر تم نے سوچا' میرا تو اس طرف دھیان ہی نہ گیا تھا۔" سویرا نے نہ صرف بہن کی "سازشی تھیوری" سے اتفاق کرلیا تھا' بلکہ اس کی عقل مندی کو بھی سراہا تھا۔ فخر سے ماہا کی گردن تن سی گئی۔ واقعی دور و نزدیک میں اس سے عقل مند اور کون تھا۔

"کل شام کو ڈیڈی کی واپسی ہے۔ پھر دس' پندرہ دن سے پہلے وہ کہاں آپائیں گے۔ اس لیے فی الحال تو یہ معاملہ ملتوی سمجھو' اس عرصے میں' میں ڈاکٹر عمر کی اصلیت جان ہی جاؤں گی۔" ماہا کے پاس اس بارے میں کوئی واضح حکمت عملی تو نہ تھی۔ لیکن اسے اپنی صلاحیتوں پر پورا بھروسا تھا۔ سویرا نے بہن کے پرتیقن لہجے پر بہت متاثر ہو کر اسے دیکھا۔ وہ واقعی سب کچھ کرسکتی تھی۔

☆ ☆ ☆

مدحت پھوپھو کی فیملی واپس جاچکی تھی۔ انہوں نے ہنیہ اور مغیث کی منگنی کے بجائے شادی کی تاریخ طے کروالی تھی۔ دو ماہ بعد ان کی شادی تھی۔ ہنیہ کے چہرے پر بکھرا گلال دیکھ کر بی بی جان اللہ کا شکر ادا کرتے نہ تھکتیں۔ ماہا اور سویرا بھی ہنیہ کو مغیث کے حوالے سے خوب ہی چھیڑتیں۔ ڈاکٹر عمر کے گھر والوں نے ایک بار فون پر رابطہ کرکے بی بی جان کو فیملی سمیت اپنے ہاں مدعو کیا تھا۔ انہیں یقین دہانی کروادی گئی کہ عثمان جب دوبارہ چکر لگائیں گے تو ضرور ان لوگوں کو شرف میزبانی بخش دیا جائے گا۔

ہنیہ' ماہا کی سازشی تھیوری سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اسے مسلسل ڈاکٹر عمر کی اچھائیاں گنواتی اور اس کے حق میں قائل کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی۔

"ہنیہ آپی.... آپ بہت معصوم ہیں' زمانے کی چالاکیوں سے آپ آگاہ ہی نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی باتیں درست ہوں اور یہ سب میرا وہم ہو لیکن میں اس بندے سے صرف ایک بار ملی ہوں۔ جب تک اس سے ایک دو بار مزید نہ مل لوں میرا دل مطمئن نہیں ہوگا۔" اس نے آخر دل کی بات کہہ ہی ڈالی۔

"ویسے تو عمر خود بھی تم سے ملنا چاہ رہا ہے' لیکن میں نے اس سے کہا۔" ہنیہ نے بات ادھوری چھوڑی تھی۔ چند لمحوں کے لیے کچھ سوچا۔ پھر دوبارہ ماہا کو مخاطب کیا۔

"اگر چاہو تو کل ہاسپٹل آکر مل لو اس سے۔" ماہا نے بھی تھوڑا سا سوچنے کے بعد دھیرے سے اثبات میں گردن ہلادی۔

☆ ☆ ☆

"میں چار بہنوں کا اکلوتا بھائی ہوں۔ میرے والد حیات نہیں۔ خاندان میں میرے والد ہی سب سے بڑے تھے۔ ویسے بھی ہمارے خاندان میں میری بہنوں کے علاوہ لڑکیوں کی خاصی قلت ہے اور فیملی کی سب سے بڑی لڑکی مجھ سے چودہ سال چھوٹی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ میرا فیملی میں رشتہ طے نہیں ہوسکا۔ ہنیہ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ میرے بارے میں خاصے تحفظات رکھتی ہیں۔ میں مرحلہ وار سب باتوں کا جواب دینے کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تیار ہوں' پوچھیے اور کیا پوچھنا ہے۔"

بہت سکون سے کہنیاں میز پر ٹکائے وہ ماہا سے مخاطب تھا۔ بندہ صاف گو تھا۔ ماہا یہ جانتی تھی' لیکن وہ چھوٹتے ہی پہلی بات یہ کرے گا۔ یہ اس نے نہ سوچا تھا۔ وہ دل ہی دل میں کچھ شرمندہ سی ہوئی۔ پتا نہیں ہنیہ آپی نے اسے کیا کچھ بتا ڈالا تھا۔

"دیکھیے' ڈاکٹر عمر شادی زندگی بھر کا معاملہ ہے۔ دل کی پوری تسلی کے بغیر کوئی رشتہ کیسے جوڑا جاسکتا ہے۔" اس نے بہت مدبرین کے اپنی صفائی دی۔

"بالکل درست فرمایا آپ نے۔" عمر نے بھی سنجیدگی سے اس کی بات کی تائید کی' لیکن اس کی بھوری آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

"اپنی کولیگز لڑکیوں کے علاوہ میری کسی لڑکی سے ہائے ہیلو نہیں۔ موبائل میں نے صرف فون سننے اور الارم لگانے کے لیے رکھ رکھا ہے۔ سگریٹ میں نہیں پیتا۔ بڑوں کا ادب کرتا ہوں' چھوٹوں کا لحاظ کرتا ہوں' مریضوں سے بہت خندہ پیشانی سے پیش آتا ہوں۔ یہ تو میری کچھ اچھائیاں ہیں۔ ہاں غصے کا کچھ تیز ہوں۔ لیکن شاید سال میں دو' تین بار ہی آتا ہے' کھانے پینے میں بہت نخرے کرتا ہوں۔ لیکن اس میں بھی میرا قصور نہیں۔ اکلوتا ہوں۔ اس لیے ماں بہنوں نے بگاڑ دیا اور اسی اکلوتے پن کی وجہ سے میری امی اور بہنیں جلد از جلد میرے سر پر سہرا دیکھنے کی خواہش مند ہیں۔ میری شادی ان لوگوں کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش بن چکی ہے۔ اسی جلد بازی میں انہوں نے اسی روز آپ کے گھر والوں کے سامنے دوسری بار میرا رشتہ پیش کردیا۔ حالانکہ میں نے ان سے کہا تھا۔"

"یعنی اس رشتے میں آپ کی مرضی شامل نہیں۔" ماہا نے اس کی بات کاٹی تھی۔

"ماہا بی بی! آپ نتیجہ بہت جلد اخذ کرلیتی ہیں' بات پوری تو ہو لینے دیا کریں۔" وہ ذرا خفا ہوا تھا۔ پھر گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

"ایک جوک سناؤں آپ کو۔" بہت سنجیدگی سے اس نے ماہا سے پوچھا۔ پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بنا شروع ہوگیا تھا۔

"ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں دو ہی مسافر تھے۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ ایک مسافر نے دوسرے سے پوچھا۔ آپ کو بھوتوں پر یقین ہے؟ دوسرے نے کہا نہیں' یہ سن کر پہلا مسافر پلک جھپکتے میں غائب ہوگیا۔" بہت سنجیدگی سے اس نے یہ ڈراؤنا سا لطیفہ سنایا تھا۔ ماہا کو ہنسی تو خاک آتی اسے تو سنانے کا مقصد بھی سمجھ نہ آیا تھا۔

"جس طرح مسافر کو بھوتوں پر یقین نہیں تھا' اسی طرح مجھے بھی لوایٹ فرسٹ سائٹ پر یقین نہیں تھا۔ لیکن جو مسافر کے ساتھ بنی وہی میرے ساتھ ہوا۔" کس معصومیت سے اظہار محبت فرمایا گیا تھا۔ پھر بھی ماہا بری طرح بوکھلا گئی تھی۔ وہ تو صرف انویسٹی گیشن کرنے آئی تھی۔ کیا خبر تھی ڈاکٹر موصوف اس طرح کی بات بھی کرسکتے ہیں۔

"اب اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے ساتھ کورٹ جاکر آپ کو بیان حلفی بھی تیار کروا کر دے سکتا ہوں کہ میں ہرگز کسی مشکوک سرگرمی میں مبتلا نہیں۔ میرے گھر والوں نے آپ کے گھر جاکر آپ کا رشتہ مانگا۔ وہ صرف پہلی نگاہ کی محبت کا معاملہ ہے۔ اس کے سوا ہمارے پس پردہ عزائم کچھ نہیں ہیں۔" وہ اب مسکرا رہا تھا۔ ماہا بی بی کی ساری تیزی طراری ہوا ہوگئی۔ انویسٹی گیشن جائے بھاڑ میں' اس شخص کی نرم نرم سی بولتی نگاہوں کا سامنا اب ماہا کے بس کی بات نہ تھی۔

"جب بی بی جان کو پتا چلے گا کہ میں نے آپ سے ملاقات کی ہے تو وہ میرا جو حشر کریں گی' آپ جانتے ہیں۔ بس میں اب چلتی ہوں۔" اس نے میز پر دھرا اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا۔ عمر اس کی اتنی اچانک روانگی پر ہرگز تیار نہ تھا۔ اس نے بوکھلا کے اسے روکنے کی کوشش کی۔

"آج میرا ڈیوٹی کا آف تھا۔ میں اتنی دور سے گھر والوں کو بتائے بغیر آپ سے ملنے آیا۔ آپ مجھے یوں چھوڑ کر کیسے جاسکتی ہیں۔" کمال کی یادداشت تھی اس بندے کی۔ ایسے ہی تو ڈاکٹر نہیں بنا تھا۔

"اچھا ایسے خونخوار نگاہوں سے مت گھوریں۔ بیٹھ جائیں اور رہی بات آپ کی بی جان کی تو کون بتائے گا انہیں' صرف ہنیہ آپ کی یہاں آمد سے واقف ہیں۔ کیا آپ کو ہنیہ پر اعتبار نہیں۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

"مجھے ہنیہ آپی پر اعتبار کیوں نہ ہوگا اور جہاں تک بات ہے بی بی جان کو بتانے کی تو انہیں کوئی اور کیوں بتائے گا۔ انہیں میں خود بتاؤں گی۔ بی بی جان ویسے تو ہماری دادی ہیں' لیکن وہ میرے لیے ماں کی جگہ ہیں۔ ماؤں سے ہرگز کوئی بات نہیں چھپانی چاہیے۔ خصوصاً" جب لڑکیاں کسی کو پسند کرنے لگیں تو سب سے پہلے یہ بات اپنی ماں کو بتانی چاہیے۔ ماں راضی ہوگی تو معاملے کو منطقی انجام تک وہ ہی پہنچائے گی اور اگر ماں منع کردے تو لڑکیوں کو بنا کسی جرح کے ماں کی بات مان لینی چاہیے۔" ماہا فلسفیانہ موڈ میں آچکی تھی۔ ڈاکٹر عمر کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"تو گویا آپ مجھے پسند کرنے لگی ہیں۔" پوری تقریر میں اسے یہ ہی نکتہ سمجھ میں آیا تھا۔ ماہا پھر گڑبڑائی تھی۔

"آپ ایویں اندازے مت قائم کریں۔ ویسے بھی مجھے ڈاکٹرز قطعاً" اچھے نہیں لگتے۔" خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے ذرا بے نیازی بھرا جواب دیا۔

"اوہ تو گویا آپ کو اپنی ہنیہ آپی بھی قطعاً اچھی نہیں لگتیں۔" اس بندے سے تو بحث کرنا ہی فضول تھا' لیکن آگے بھی ماہا تھی۔

"ہنیہ آپی میری کزن ہیں اور پھر لیڈی ڈاکٹر ہیں۔ میں نے یہ بات لیڈی ڈاکٹرز کے بارے میں نہیں کہی تھی۔" کیا برجستہ جواب تھا۔ اس نے دل میں خود کو داد بھی دی۔

"اب آپ کی خاطر میں لیڈی ڈاکٹر تو بننے سے رہا۔" عمر نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا اور اس بار نہ چاہتے ہوئے بھی ماہا کو ہنسی آگئی۔ یہ بندہ بھی اس کی طرح بے تکی باتیں کرنے میں ماہر ہے۔ اگر ڈیڈی اور بی بی جان اسے اوکے کردیتے ہیں تو زندگی مزے میں گزرنا تھی اور ڈاکٹر عمر بھی مسکراتے لبوں کے ساتھ بالکل یہ ہی بات سوچ رہا تھا۔ دونوں کی نگاہیں ملیں اور دونوں پھر ہنس پڑے تھے۔

☼

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

کتاب کا نام	مصنفہ	قیمت
بساط دل	آمنہ ریاض	500/-
درد موسم	راحت جبیں	750/-
زندگی اک روشنی	رخسانہ نگار عدنان	500/-
خوشبو کا کوئی گھر نہیں	رخسانہ نگار عدنان	200/-
شہر دل کے دروازے	شازیہ چوہدری	500/-
تیرے نام کی شہرت	شازیہ چوہدری	250/-
دل ایک شہر جنوں	آسیہ مرزا	450/-
آئینوں کا شہر	فائزہ افتخار	500/-
بھول بھلیاں تیری گلیاں	فائزہ افتخار	600/-
پھلاں دے رنگ کالے	فائزہ افتخار	250/-
یہ گلیاں یہ چوبارے	فائزہ افتخار	300/-
عین سے عورت	غزالہ عزیز	200/-
دل اُسے ڈھونڈ لایا	آسیہ رزاقی	350/-
بکھرنا جائیں خواب	آسیہ رزاقی	200/-
زخم کو سند تھی مسیحائی سے	فوزیہ یاسمین	250/-
لاؤں کا چاند	بشریٰ سعید	200/-
رنگ خوشبو ہوا بادل	افشاں آفریدی	500/-
درد کے فاصلے	رضیہ جمیل	500/-
آج گگن پر چاند نہیں	رضیہ جمیل	200/-
درد کی منزل	رضیہ جمیل	200/-

ناول منگوانے کے لیے فی کتاب ڈاک خرچ -/30 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37- اردو بازار کراچی۔
فون نمبر: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY